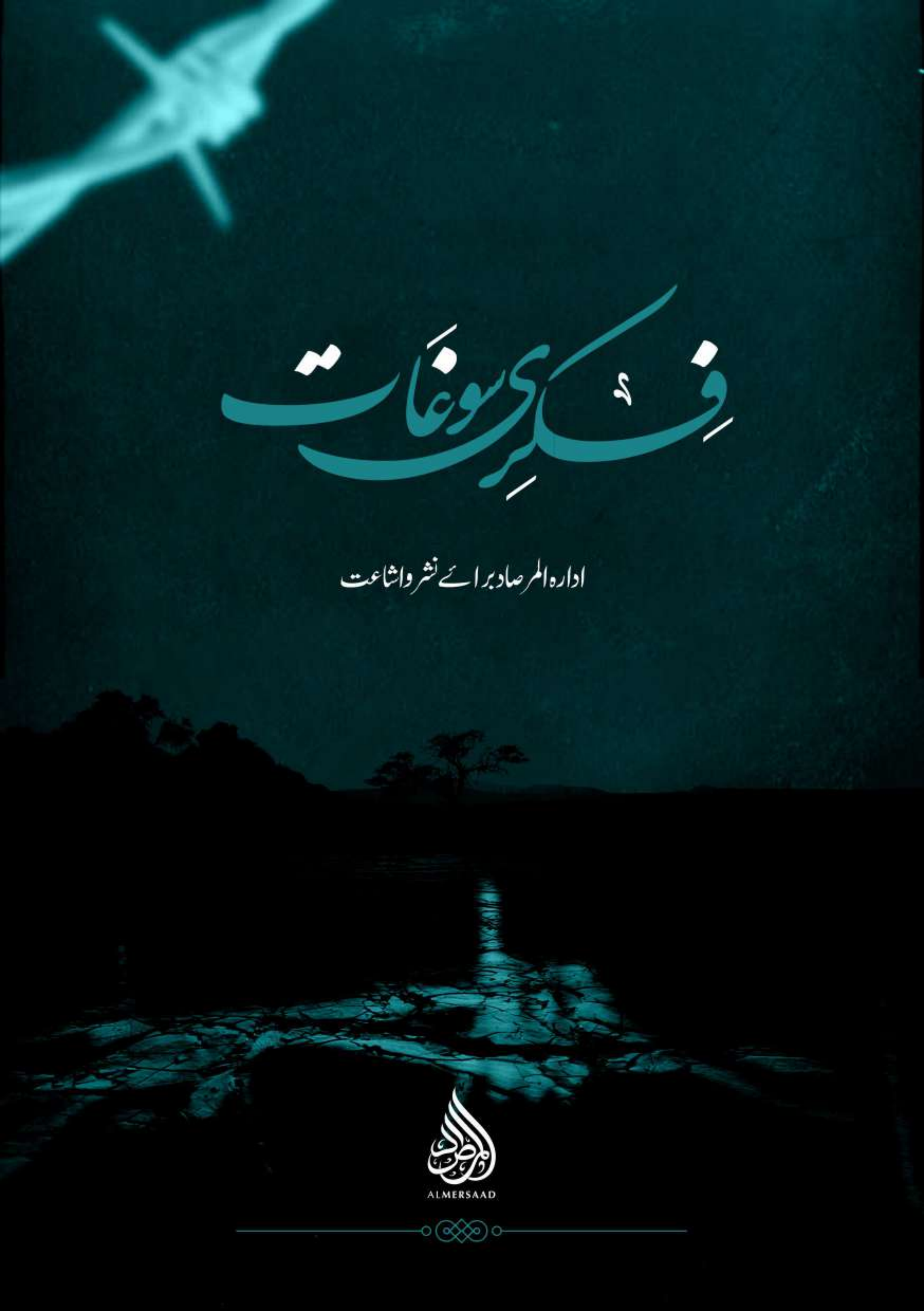

فکری سوغات

ادارہ المرصاد برائے نشر واشاعت

ALMERSAAD

کتاب کی خصوصیات

کتاب کا نام : فکری سوغات

مصنفین: مختلف

موضوع : داعشی خوارج کا رد، دینی، سیاسی، جہادی اور دیگر مختلف و متنوع موضوعات

زبان: اردو

شمارہ: دوم

پیشکش: ادراہ المرصاد برائے نشر واشاعت

ALMERSAAD

فکری سوغات

معاصر دنیا، بالخصوص اسلامی ممالک میں موجودہ سیاسی حالات، عالمِ اسلام کے خلاف عالمِ کفر اور صلیبی طاقتوں کی دَسیسا کاریوں، خفیہ سازشوں، پیش آمدہ واقعات، رقابتوں، عصرِ حاضر کے فتنوں، داعشی خوارج اور دیگر جدید باطل تحریکوں، نظریات اور رجحانات کے بارے میں

مختلف اسلامی مفکرین، جید علمائے کرام، محققین اور تجزیہ کاروں کے دینی، تاریخی، اور سیاسی تجزیات، تحقیقات، مقالات اور تصانیف کا

مجموعہ

شمارہ دوم

فہرست

شمار		صفحہ
1	حالات حاضرہ پر المرصاد کی تبصرہ	1
2	افغانستان پر پابندیوں کی مانیٹرنگ کمیٹی یا خطے کے ممالک کو دھوکہ دینے کا آلہ؟	1
3	فصل اول	3
4	أبطال امت	3
5	حافظ نعمت اللہ نیکمل کی زندگی اور جدو جہد کا مختصر جائزہ	4
6	شهید توحید اللہ سلیمان (منصوری) کی زندگی اور کارناموں کا جائزہ	7
7	فصل دوم	9
8	خوارج العصر	9
9	خوارج کے مقابلے میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں	10
10	ہمیں داعش کے خلاف خاموش نہیں رہنا چاہیے!	12
11	جھوٹی خلافت کے لیے نوجوانوں کو مائل و بھرتی کرنے کی خاطر داعش کے حربے	14
12	داعش؛ شعائراسلام کے دشمن	16
13	مختلف موضوعات میں داعش کے باہمی اختلافات	17
14	فصل سوم	19
15	دینی او ر جہادی تحریریں	19
16	امارت اسلامی کے عدالتی فیصلوں کا معیار	20
17	امارت اسلامی ایک مثالی نظام ہے!	24
18	عصر حاضر میں اسلام کی بقاء	26
19	شہادت حریت اور آزاد سماجی زندگی کا واحد راز	28
20	فصل چہارم	29

شمار		صفحہ
21	سیاسي اور اجتماعی تحریریں	29
22	امارت اسلامیہ افغانستان بالمثل سیاست چاہتی ہے!	30
23	تحریک طالبان پاکستان افغانستان کا مسئلہ ہے یا پاکستان کا؟	32
24	ٹرمپ، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن	36
25	ہر شر کی جڑیں آپ تک پہنچتی ہیں	38
26	پاکستان امریکہ مشترکہ فوجی مشقیں!	40
27	سائبر جنگ: تخیلات سے حقائق تک!	42
28	امارت اسلامی کی اعتدال پسند سیاست!	44
29	گزشتہ بیس سالہ قبضہ اور اس کے منفی اثرات	46
30	پاکستان میں حالیہ بد امنی فوج کی ناکام پالیسیوں کا نتیجہ	47
31	امریکہ میں امن وامان کے حوالے سے جھوٹی داستانیں!	49
32	امریکہ دنیا کا سب سے زیادہ غیر محفوظ ملک	51
33	فصل پنجم	52
34	مختلف تحریریں	52
35	جبہہ شر و فساد اور داعش کے درمیان مشترک وجوہات	53
36	انسانی خداؤں سے باغی قوم: آزادی تمہیں مبارک ہو!	55
37	سائبر جنگ اور اس کے نتائج	59
38	داعشی خوارج کے لیے بیرون ملک ترتیب دیے گئے حملوں میں شہادتیں ہمیں کمزور نہیں کر سکتیں: امارت اسلامیہ مسئولین	

حالات حاضرہ پر المرصاد کی تبصرہ

افغانستان پر پابندیوں کی مانیٹرنگ کمیٹی یا خطے کے ممالک کو دھوکہ دینے کا آلہ؟

افغانستان پر اقوام متحدہ کی پابندیوں کی مانیٹرنگ کمیٹی (SANCTIONS MONITORING COMMITTEE) مسلسل افغانستان میں القاعدہ اور بعد دیگر گروہوں کے مراکز کی موجودگی اور سرگرمیوں میں اضافے سے متعلق رپورٹس نشر کر رہی ہے۔

اس گروپ کے معلومات اکٹھی کرنے کا طریقۂ کار (MECHANISM) اس طرح کا ہے کہ اس کے ارکان مختلف ممالک کا سفر کرتے ہیں، وہ جو معلومات فراہم کرتے ہیں یہ انہیں اپنی رپورٹ کے اس فریم ورک میں رکھتے ہیں جو پابندیوں کے ابتدائی سالوں میں ترتیب دیا گیا تھا۔

بجائے اس کے کہ یہ گروپ حقائق نشر کرے، بعض رکن ممالک اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور یہ ادارہ دیگر ممالک کے خلاف ان ممالک کے سیاسی و نفسیاتی میدان میں مطلوب اہداف کے حصول کی خاطر مصنوعی اور جھوٹ سے بھرپور معلومات فراہم کر رہا ہے۔

اس گروپ کو افغانستان کے دو پڑوسی ممالک پاکستان اور تاجکستان افغانستان میں القاعدہ اور دیگر گروہوں کی موجودگی اور مراکز کے حوالے سے مسلسل غلط معلومات فراہم کر رہے ہیں اور یہ گروپ انہیں نشر کر رہا ہے۔

ممکن ہے اس گروپ کو بعض دیگر بااثر حلقوں کی جانب سے اس بارے میں ہری جھنڈی دکھائی گئی ہو، تاہم یہ "بااثر حلقے" ان رپورٹس پر بالکل اعتماد نہیں کرتے۔

سوال یہ ہے کہ اس پراپیگنڈہ کھیل کے پیچھے مقاصد کیا ہیں؟

المرصاد کو اپنے ذرائع سے یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ پاکستان اور تاجکستان کے درمیان اسٹریٹیجک تعاون کے معاہدے میں ایک اہم نکتہ پاکستان کے شمال مغربی علاقوں، گلگت، بلتستان اور چترال میں داعشی منصوبے کے نئے مراکز قائم کرنا بھی ہے، جن کے ذریعے ان کی کوشش ہے کہ افغانستان کے شمال مشرق میں دراندازی کی جائے۔

انہوں نے چین، وسطی ایشیائی ممالک اور روس کے لیے کچھ خدشات پیدا کیے ہیں اور دباؤ ڈالنے کے اس نئے کھیل کو خطے کے سیاسی کھیل کے میدان میں اپنے مفادات کے لیے اور عالمی کھیل کے میدان میں مغرب کے مفادات کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

اپنے مفادات میں سے ایک چین اور افغانستان کے درمیان واخان اقتصادی راہداری اور امارت اسلامیہ اور چین کے بڑھتے ہوئے رسمی تعلقات کے آگے بند باندھنا ہے۔

سابق جمہوریہ کے مفرور حکام سے مسلسل رابطے، گلگت بلتستان میں نئے ائیر بیس کی تعمیر، انسداد دہشت گردی آپریشن کے نام سے مشقیں، پاکستانی انٹیلی جنس اور ملٹری حکام کے مغرب کے دورے، تاجکستان کے ساتھ مغرب کے بڑھتے ہوئے قریبی تعلقات، پاکستان اور تاجکستان کے درمیان اسٹریٹیجک تعاون معاہدہ اور افغانستان میں حملوں کی وارننگ وہ کوششیں ہیں جو اس مقصد کے حصول کے لیے کی جا رہی ہیں۔

المرصاد کو اپنے معتبر سکیورٹی ذرائع سے یہ رپورٹس موصول ہوئی ہیں کہ اس وقت پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں بہت سے تاجکستانی، آذربائیجانی، ترک، وسطی ایشیائی اور بعض دیگر ممالک کے شہری زیر تربیت ہیں اور خطے کے بہت سے ممالک میں حملوں کو ترتیب دینے کے لیے ایک نیا وجود (ENTITY) سامنے آیا ہے اور اس نے فعالیت شروع کی ہے، اور خطے کے ممالک کو اپنی سکیورٹی کے درست راستے سے ہٹانے اور دھوکہ دینے کے لیے پابندیوں کی مانیٹرنگ کمیٹی کو ایک آلے (TOOL) کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور افغانستان میں القاعدہ کے مراکز اور سرگرمیوں کے حوالے سے مصنوعی اور جھوٹی رپورٹس نشر کی جا رہی ہیں اور اس طرح سے ان کی کوشش ہے کہ علاقائی اور عالمی کھیل میں بعض وہ اہداف حاصل کر لیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

چین، روس اور وسطی ایشیا کے ممالک کو مشترکہ طور پر اس نئے خطرناک کھیل سے نمٹنا چاہیے۔

بلوچستان کو داعش خراسان کے ہیڈ کوارٹر، گلگت بلتستان کو داعشی لشکر کے گڑھ اور تاجکستان کو داعش کی افرادی قوت کی بھرتی کے نئے مرکز کے طور پر دیکھیں اور اس کی اس حیثیت کو تسلیم کریں۔ لیکن اگر خطے کے ممالک متوجہ نہ ہوئے تو ممکن ہے کہ داعشی منصوبے کو استعمال کرنے والوں کی طرف سے خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑے۔

مغربی میڈیا کا پروپیگنڈا اور حقیقت

مغربی میڈیا اور بین الاقوامی قوتیں امارتِ اسلامیہ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کر کے دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وہ آزادی، انسانی حقوق اور ترقی کے کھوکھلے نعروں کے پیچھے چھپ کر اسلامی نظام کو بدنام کرنے میں مصروف ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امارتِ اسلامیہ نے افغانستان میں امن، استحکام اور شریعت پر مبنی ایک منصفانہ نظام قائم کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دشمنانِ اسلام کبھی خواتین کے حقوق کا بہانہ بناتے ہیں، کبھی دہشت گردی کا شوشہ چھوڑتے ہیں اور کبھی اقلیتوں پر مظالم کے جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔ مگر ان سب الزامات کے باوجود، امارتِ اسلامیہ کی کامیابی، عوامی حمایت اور شرعی اصولوں پر استقامت ان کے تمام دعووں کو جھوٹا ثابت کر چکی ہے۔

یہ وقت ہے کہ امت مسلمہ ان مغربی سازشوں کو سمجھے اور اسلامی نظام کے خلاف ہونے والی اس میڈیا جنگ کا مؤثر جواب دے!

فصل اول
أبطـــال امــت

حافظ نعمت اللہ نیکمل کی زندگی اور جدو جہد کا مختصر جائزہ

بیدار ضمیر، پاکیزہ عقیدے اور نبوی اخلق کا نمونہ، شہید سعید حافظ نعمت اللہ "نیکمل" ولد مستری سید غلام صاحب نے ۱۹۹۵ء میں صوبہ وردگ، ضلع سید آباد کے گاؤں ملی خیل کے ایک جہاد سے محبت رکھنے والے، دیندار اور پرہیزگار گھرانے میں اس فانی دنیا میں آنکھ کھولی۔

ابتدائی دینی تعلیم اپنے گاؤں کی مسجد کے امام سے حاصل کی۔ بچپن سے ہی نماز، جماعت اور عبادت کے بہت پابند تھے، کم عمری میں ہی مدرسے چلے گئے اور قرآنِ عظیم الشان کا حفظ شروع کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عظیم مقام سے سرفراز کیا اور بہت جلد ۲۰۱۲ء میں قرآن کریم کو حفظ کرنے کا شرف حاصل کیا۔

حفظ کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی دینی تعلیم بھی جاری رکھی، اپنی تمام عمر ایک معصوم، پاک اور مقدس مقام (مدرسے) میں گزاری، جہاں اللہ کے قانون کی تدریس اور دنیا میں اس کے قیام و نفاذ کے حوالے سے نوجوانوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

ملک کفری قبضہ گروں کے تسلط میں تھا، امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اور انہیں طاغوت کی جانب رہنمائی کی جا رہی تھی۔

نیکمل بھی آہستہ آہستہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہے تھے، دشمن کی وحشیانہ حرکتیں دیکھ کر ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انہیں یوں رکے رہنا امت کے ماتھے پر سیاہ داغ نظر آنے لگا۔ تب انہوں نے طاغوت کے خلاف مدرسے سے ہی خفیہ طور پر جہاد شروع کر دیا۔

نیکمل شہید تقبلہ اللہ ایک باصلاحیت، بہادر اور تجربہ کار مجاہد تھے اور اپنے صبر و استقامت کی وجہ سے ساتھیوں میں مشہور تھے۔

جہادی زندگی کے دوران بہت سے چھاپوں، بمباریوں، گھات لگا کر کیے گئے حملوں اور چھاپہ مار کاروائیوں میں موجود رہے اور بڑی جوانمردی سے مورچہ سنبھالے رکھا۔

ایک بار سخت زخمی ہو گئے۔

یوسف خیل کا پرانا گاؤں، پچھلے بیس سال کے قبضے کے دوران جس کے مکین اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے تھے۔ گھر تباہ، دروازے ٹوٹے ہوئے اور ہر طرف گولیوں کے نشان دکھائی دے رہے تھے۔

اس گاؤں میں سڑک کے کنارے ایک گھر میں کرائے کے فوجیوں کی ایک چوکی تھی۔ ہم اس چوکی پر لیزر دوربین لگی گن سے کاروائی کر رہے تھے۔ کاروائی تو بہت اچھی ہوئی لیکن رات خطرناک تھی۔ ایک طرف سردی کا موسم تھا، برف باری ہو رہی تھی، سخت سردی تھی جبکہ دوسری طرف چھاپے والے جہاز، ڈرون اور اسی طرح دیگر خطرات بھی لاحق تھے۔

ہم جلد از جلد علاقہ چھوڑنا چاہتے تھے۔ ہم نکلنے ہی والے تھے۔ ہم ایک گھر کے ملبے کے بیچ میں آرام کی خاطر بیٹھے ہوئے تھے۔ نیکمل اور ان کے ساتھ دو دیگر ساتھی گھر کی ایک کھڑکی میں کھڑے جنگ کی

صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا کہ ایک تیز دھمکاے کی آواز میرے کانوں میں گونجی اور پھر میں نے اللہ اکبر کا نعرہ سنا اور پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں سے ایک فرد پیچھے گر گیا، میں اس کی طرف دوڑا، میں نے پوچھا کون ہے یہ! ایک ساتھی نے آواز لگائی، نیکمل ہے۔ آؤ اسے اٹھاؤ! ہم نے اسے اٹھایا اور پھر ایک جگہ تک انہیں لے گئے۔ ہم ایک مسجد تک پہنچ گئے۔ رات کا اندھیرا تھا، ہم نے مسجد کی لائٹ جلائی اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا: لگتا ہے ہم یہاں مرنے کے لیے تنہا رہ گئے ہیں!

کچھ دیر بعد محکمہ صحت کے اہلکار ساتھی بھی پہنچ گئے اور سینے کے دائیں جانب بڑے زخم کی مرہم پٹی کی لیکن خون جسم کے اندر بہہ رہا تھا۔ فوری علاج کی خاطر ہم تنگی ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن اونخی پہاڑ کا راستہ بند تھا اس لیے ہمیں جگتو کے راستے پر جانا پڑا۔

راستہ طویل تھا اور اس دوران وہ کئی بار بے ہوش ہوا جب ہم ہسپتال کے قریب تھے تو وہ ہوش میں آگیا، حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: اس ماں کا تو دل ٹوٹ جائے گا! وہ اپنی اس غریب ماں کا ذکر کر رہا تھا جس نے اللہ کے دین کی خاطر اپنا ایک اور بیٹا قربان کر دیا تھا۔ یہ بات کہنے کے بعد وہ پھر سے بے ہوش ہو گیا، اور اس طرح وہ ہسپتال پہنچے۔

ڈاکٹر آگئے اور اسے آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے آپریشن کامیاب ہو گیا کچھ عرصہ ہسپتال میں داخل رہنے کے بعد نیکمل صحت یاب ہو کر پھر سے گرم محاذوں کی جانب واپس چلا گیا اور پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ارادے اور عزم کے ساتھ لڑنے لگا۔

رمضان میں انہوں نے زخمی حالت میں بھی ہمیں مکمل قرآن کریم سنایا، کبھی کبھی ان کے زخموں سے ایسے درد اٹھتا تھا کہ کہ جماعت کرواتے وقت ان کی آواز دھیمی ہو جاتی تھیٔ اور ٹھیک سے سنائی نہیں دیتا تھا۔

راہ جہاد کی مشکلات و مصائب کو انہوں نے کشادہ سینے کے ساتھ برداشت کیا، یہاں تک کہ افغانستان میں اسلامی نظام قائم ہو گیا، اور عوام نے سکھ کا سانس لیا لیکن نیکمل شہید تقبلہ اللہ کا کمان سے نکلے ہوئے تیر کی مانند پھر واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، اسلامی نظام کی فوجی ترتیبات میں دسویں شعبے کے آپریشنل یونٹ میں ایک گروپ کی ذمہ داری دی گئی، لیکن نیکمل شہید تقبلہ اللہ نے ایک سرفروش سپاہی کی ماندد اللہ کے دین کے دشمنوں اور خوارج کو ختم کرنے کی طرف توجہ مرکوز رکھی، بہت کم عرصے میں بہت سی کاروائیوں میں حصہ لیا اور کثیر تعداد میں خوارج مردار کر کے انہیں ان کے اعمال کی سزا دی۔

آخری کاروائی کا قصہ ایک ساتھی نے اس طرح بیان کیا:

جب داعشی خوارج (کلاب النار) نے ایک نوجوان مجاہد مصباح جان شہید کو انتہائی بے دردی اور ظلم کے ساتھ شہید کر دیا اور پھر اس کی ویڈیو انٹرنیٹ پر نشر کر دی، تاکہ مجاہدین کے درمیان خوف پیدا کر سکیں، تو امارت اسلامیہ کی زیرک انٹیلی جنس کی سرویلنس رپورٹس کی بنیاد پر اس ناپاک گروہ کا تعقب شروع کیا گیا، سب سے پہلے مزار شریف شہر میں چھاپہ مارا گیا، گھر میں (جو ان کا خفیہ مرکز تھا) موجود خوارج کو جہنم واصل کر دیا گیا، بعض جو دیگر صوبوں سے بھی رابطے میں تھے وہ بھی سرویلنس کے تحت تھے۔

اس بنیاد پر ہمارے یونٹ نے بھی مزار شریف کی جانب حرکت شروع کی، تمام ساتھیوں کے دلوں میں انتقام کا

جذبہ جوش مار رہا تھا، مزار شریف میں ایک دن کے لیے رکے، ابھی ٹھیک سے سانس بھی نہیں لیا تھا کہ مرکز کی جانب سے اطلاع ملی کہ صوبہ بغلان کی جانب روانہ ہوا جائے! وہاں داعشی خوارج کے ایک سیل کا پتہ لگا ہے اور اس کے خلاف کاروائی جاری ہے۔ ہم نے پھر سے سفر شروع کیا اور بہت کم وقت میں ہم صوبہ بغلان پہنچ گئے، جب ہم جنگ کے علاقے میں پہنچے اس وقت خوارج سخت محاصرے میں تھے، ہمارے ساتھ فدائی ساتھیوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم خوارج کے گھروں میں بارودی سرنگیں لے جائیں اور وہاں انہیں پھاڑ کر رکاوٹوں کو دور کریں۔ نیکمل شہید تقبلہ اللہ اور دو دیگر ساتھی اس کام کے لیے تیار ہو گئے، کنستر میں بنی بارودی سرنگوں کو اٹھایا اور گھروں کو دھماکے سے اڑا دیا اور انہیں تباہ کر دیا، بس کچھ حصہ ہی ثابت باقی رہا اور وہاں سے مذاحمت شروع کی گئی۔

نیکمل شہید تقبلہ اللہ واپس اپنی جگہ پر آ گئے راکٹ لانچر اٹھایا اور اس جانب فائر کر دیا، وہ جگہ گرد اور دھوئیں میں چھپی ہوئی تھی، نیکمل اور دو اور ساتھی اس جگہ کے بالکل سامنے کھڑے تھے، فائر کرنے کی وجہ سے ان کی جگہ واضح ہو گئی اور وہ دشمن کے نشانے پر آگئے، دشمن نے ایک خونی برسٹ ان کی طرف مارا، جس کے نتیجے میں تین پھول سرمئی مٹی میں گر گئے۔

برسوں کی تھکا دینے والی جدوجہد کے بعد ۲۴ ذوالحجہ ۱۴۴۳ ھجری بمطابق ۱۱ جولائی ۲۰۲۲ء صوبہ بغلان کے شہر پلخمری میں داعشی خوارج کے ایک خفیہ مرکز پر کاروائی کے دوران تین ساتھی ایک ساتھ شہادت کے عظیم مقام کو پا گئے۔ نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ

شہید کا نکاح:

نیکمل شہید نے ایک ایسے دن اپنی روح اس کے مالک کے سپرد کر دی جو اس کے گھر والوں نے نکاح کے لیے جبکہ اس کے خالق نے شہادت کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس کی شہادت کی خبر جب گھر پہنچی اس کے حوالے سے اس کے بڑے بھائی کچھ یوں بیان کرتے ہیں: سہ پہر کا وقت تھا اور سورج کی شعائیں سمٹتی جا رہی تھیں، اگرچہ گھر میں شہید بڑے بھائی کا غم اور اداسی موجود تھی، لیکن نئی شادی کے حوالے سے نہایت خوش تھے، ہماری سب بہنیں گھر آ چکی تھیں اور انتظار میں تھیں کہ جائیں اور دو پاکیزہ دلوں کو آپس میں جوڑ دیں۔ میں نے موبائل اپنی جیب سے نکالا اور نیکمل کا نمبر ڈائل کیا، کچھ وقت کے بعد اس کے ایک ساتھی نے جواب دیا، کہ نیکمل سو رہا ہے، میں نے اصرار کیا کہ اس سے بات کرنا چاہتا ہوں، کچھ وقت کے بعد اس نے پریشان آواز میں مجھ سے کہا: نیکمل شہید ہو چکا ہے۔

پتہ نہیں سارا منظر میرے سامنے کیسے گزرا، میں نے جا کر وضو کیا، قرآن کریم اٹھایا اور تلاوت شروع کر دی، والدین اور گھر والوں کے لیے صبر جمیل کی دعا کی، میرے پورے جسم پر لرزا تاری تھا، میرا رنگ فک ہو چکا تھا، میرے جسم پر میرا قابو نہیں تھا، گھر کے افراد جوانی میں ہی شہید ہونے والے نوجوان کی شادی کی رسوم کے لیے جا رہے تھے، میں نے دل میں درد کا بہانہ کیا، کہ میرے دل میں درد ہے آپ لوگ کچھ دیر صبر کریں۔ کچھ دیر ہ گزری تھی کہ ہیلی کاپٹر کی آواز آنے لگی، اچانک وہ گھر کے قریب اتر گیا اور نیکمل شہید کا جنازہ نیچے اتار دیا۔ جو حال اس کے بعد ہمارے گھر میں میرے والدین اور بہنوں کا تھا اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا، ایسا ماتم شروع ہوا کہ رونے اور چیخنے کی آوازیں آسمان تک جانے لگیں۔

شہید توحید اللہ سلیمان (منصوری) کی زندگی اور کارناموں کا جائزہ

انقلاب کے تند و تیز تھپیڑوں نے ملک کے نشیب و فراز کو لرزا کر رکھ دیا، نوجوانوں نے اس آخری امتحان کے لیے اپنی قسمت آزمائی، سب کی خواہش تھی کہ اسے اللہ تعالیٰ کا دیدار دوسروں سے پہلے نصیب ہو جائے۔ لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا، یہ مصائب و پریشانیوں میں گھرا ہوا اور عقیدے کی قوت کے ساتھ انگاروں پر سفر تھا۔

مجاہدین کے تند و تیز حملوں نے دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا، فتح میں ابھی کچھ وقت باقی تھا، بعض عشق الہٰی کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے، جنت الفردوس کے مرمریں محلات میں چلے گئے، جنت النعیم کے باغوں میں رنگ برنگے پھلوں کے درختوں تلے مرمریں قالینوں پر سو گئے۔

جی ہاں! وہ ایسے جوان تھے کہ جن کا ہر وار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کی مانند دشمن کو روند ڈالتا۔

ایسے جوانمردوں میں سے ایک توحید اللہ سلیمان ”منصوری“ شہید تقبلہ اللہ بھی تھے۔

توحید اللہ سلیمان (منصوری) شہید تقبلہ اللہ ولد کمانڈر عبد الغفور زندانی نے ۱۹۹۵ء میں صوبہ لغمان کے صدر مقام کے قریب گاؤں کچور شمٹی میں اس فانی دنیا میں آنکھ کھولی۔

شہادت کے امیدواروں کے شہید سردار سلیمان منصوری تقبلہ اللہ کا شمار ان غیرت مند غازیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے راہِ حق کے لیے اپنی جانوں کا سودہ کیا۔ اپنی کامیابی کی خاطر انتظار کی گھڑیاں شمار کرتے رہے۔ گھنٹے دنوں میں، دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں بدلتے رہے۔ سالوں گزر گئے لیکن سلیمان شہید تقبلہ اللہ کے دلی ارمان کی تکمیل میں ابھی وقت باقی تھا۔

ایسے انتظار میں مظلوم ماؤں اور اسیر ہم وطنوں کی مظلومیت بھری آوازیں کہاں سکون لینے دیتی ہیں؟

اور پھر ایسے راستے پر، کہ جس پر اپنے ہمراہی ساتھیوں نے خون کا نذرانہ پیش کیا ہو۔

جی ہاں! انہوں نے جو عہد باندھے تھے وہ وفا کیے، اور ان کی قربانیاں، محنتیں اور تھکاوٹیں، رب العالمین کے دربار میں قبول ہوئیں۔ ملک فتح کی خوشبو سے معطر ہو گیا، نوجوانوں نے سکھ کا سانس لیا اور مجاہدین نے اس کامیابی کو رب العالمین کا فضل گردانا۔

سلیمان منصوری شہید تقبلہ اللہ میدان جنگ سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے تھے، اسلامی نظام کی بقا اور استحکام کے لیے انہوں نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔

بہادری اور جوانمردی کا پیکر یہ سپاہی ہر وقت تربیتی مراکز میں وقت گزارتا، اپنی قیادت میں صادق اور بہادر تھا، کئی بار حملہ آوروں کے سخت چھاپوں، شدید جنگوں اور بمباریوں میں اللہ تعالیٰ نے کامیاب اور سرخرو کیا۔

ہمیشہ اپنے ہاتھ رب تعالیٰ کے مقدس دربار میں پھیلائے شہادت مانگتے اور فریاد کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ فریاد کرنا اتنا پسند آگیا کہ انہیں برس ہا برس انتظار کرنے دیا۔

انتظار کے انہی لمحات کے دوران شہادت کے حصول کی خاطر صوبہ کنڑ کے بلند و بالا پہاڑوں کی جانب داعشی

خوارج کے شکار کے لیے چلے گئے۔ مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا، داعشی فتنہ گروں کے شر سے امت مسلمہ کی نجات، اور اللہ سبحان و تعالیٰ کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کرنا تھا، تاکہ اسلامی نظام کی بحالی کی اس مقدس راہ پر اپنی جان قربان کر کے اخروی سعادتیں حاصل کر سکیں۔

خالقِ کائنات نے ان کے دل کے دونوں ارمان پورے کیے، داعشی فتنہ گروں کے شر کا خاتمہ ہوا، اور خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ ہو گیا، شہادت کے متمنی سلیمان منصوری شہید تقبلہ اللہ نے کنڑ کے پہاڑوں میں کثیر تعداد میں داعشی خوارج کو موت کے گھاٹ اتارا۔ کافی وقت، ہجرت و جہاد کے بعد بالآخر لغمان کامیاب لوٹے، لیکن ان کی دشمن کی طرف سے نگرانی کرنے والے طیاروں اور جاسوس غلاموں کے ذریعے کڑی نگرانی کی جا رہی تھی۔

مغرور دشمن نے اپنی پوری قوت سے ۱۱ مئی ۲۰۲۰ء رمضان المبارک کے اٹھارہویں روزے، صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ کے علاقے کونجکئی میں آمنے سامنے کی جنگ کی۔ مغرور دشمن کی ۲۲ ہمویز، اور ۱۰۰ کے قریب اعلیٰ و ادنیٰ فوجی اور افسر غازیوں کے راکٹوں اور مشین گنوں کا نشانہ بنے۔ فتح کے آخری مرحلے میں امریکی ڈرون طیارے کے حملے میں جوانمرد مجاہد امیر سلیمان منصوری شہید تقبلہ اللہ اپنے دو غیرت مند ساتھیوں سمیت شہادت کے اعلیٰ مقام کو پا گئے۔نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"خوارج بدترین مخلوق ہیں، جو ان کے ہاتھوں قتل ہو، وہ سب سے افضل شہداء میں شمار ہوتا ہے۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ: 37685)

خوارج کے ہاتھوں شہید ہونے والا درحقیقت دین کا سچا محافظ ہوتا ہے۔ اس کی شہادت اس بات کی گواہی ہے کہ وہ باطل کے فتنوں کے خلاف ڈٹا رہا اور اپنے خون سے حق کی مہر ثبت کر گیا!

فصل دوم
خوارج العصر

خوارج کے مقابلے میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں

تحریر: فاروق خراسانی

خوارج کے خلاف مسلمانوں کا موقف اسلامی تاریخ اور شریعت میں اچھی طرح سے واضح ہے، خوارج وہ گروہ تھا جو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے منحرف ہوکر غلو و افراط کی ترویج کرتا تھا۔
اسلامی تعلیمات میں خوارج کی تشدد اور جنونیت کی مذمت کی گئی ہے اور ان کے اعمال کو اسلامی اقدار کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔
اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ خوارج اسلام کی بنیادی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے، چونکہ ان کے بنیادی عقائد اور طرز فکراسلامی تعلیمات سے کوسوں دور تھے، وہ بنیاد پرست، سخت گیر اور انتہا پسندانہ عقائد کے حامل تھے اور انہوں نے اپنے اعمال میں پرتشدد اور سخت رویہ اختیار کیا، جس کے نتیجے میں یہ لوگ معصوم لوگوں کا خون بہاتے تھے۔
تاریخ اسلام کے ہر دور میں مسلمانوں نے خوارج کے سامنے اسلام کے معتدل اور درست تصورات پیش کرنے کی کوشش کی، لیکن ان کے اکثر پیروکاروں نے اسے مسترد کر دیا۔
خوارج کے خیالات وافکار اس قدر پختہ تھے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے برتر اور صالح سمجھتے تھے اور جو کوئی ان کے عقائد سے متفق نہیں نہ ہوتا، اسے دائرہ ایمان سے خارج قرار دیتے تھے۔
ان کے بنیاد پرست افکار اور ان کے وجود کے خلاف مسلمانوں پر لازم ہے کہ شریعت کے دائرہ کار میں درج ذیل اقدامات اٹھائیں۔

1 راہ حق کی دعوت:

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ خوارج کو نرمی اور حکمت کے ذریعے اسلام کی اہم ہدایات اورمعتدل تعلیمات سکھائیں، اگر اللہ نے چاہا اور وہ علم اور منطق کے ذریعے مطمئن ہوئے، تو یہ بہترین حل ہے۔

2 تشدد سے بچنے کی کوشش کرنا:

خوارج اپنے عقائد میں بنیاد پرست ہونے کے ساتھ ساتھ تشدد پھیلاتے ہیں، جبکہ اسلام مسلمانوں کو غیر ضروری تشدد سے منع کرتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ خوارج کے خلاف پہلی کوشش یہ ہو کہ انہیں صلح کے ذریعے حق کی دعوت دی جائے۔

3 جنگ کے ذریعے حق قبول کروایا جائے یا انہیں قتل کر دیا جائے:

یہ وہ صورت ہے جس میں خوارج تشدد کا سہارا لیتے ہیں اورسلامتی کے لیے خطرہ بن جاتے ہیں، جیسا کہ آج ان کے ایک گروہ (داعش) نے مسلمانوں کے حقوق کو پامال کیا ہوا ہے اورمعصوم مسلمانوں کے قتل میں ملوث ہیں۔
اس صورت میں ہر مسلمان اور اسلامی نظام کے سکیورٹی اداروں پر سختی سے فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی سلامتی اور استحکام، اختلافات کے سدباب اور اسلامی نظام کی حفاظت کے لیے جنگ کے ذریعے

اس فتنہ کو روکیں۔

اس سلسلے میں حضرت علی کا دور ذکر کیا جا سکتا ہے، جب خوارج جنگ اور فتنہ کا سبب بنے تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف عسکری کارروائی کی۔

یہ لوگ اخلاقیات اوراعتدال پسندانہ سوچ کے بجائے اپنے بنیاد پرست نظریات، تعصب، نفرت اور سخت گیرافکار کو پھیلاتے ہیں، اگر یہ نظریہ معاشرے میں پھیلے تو لوگ دین کی اصل روح سے ہٹ کر انتہا پسندی کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اگر (خوارج) کو بے لگام چھوڑ دیا گیا تو اس سے امت مسلمہ کی مذہبی، سماجی اور فکری بنیادوں کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے، اسی لیے تاریخ اسلام میں خوارج کے خلاف سنجیدہ اقدامات کیے گئے ہیں، تاکہ امت کا اتحاد، سلامتی اور ترقی محفوظ رہے۔

خوارج کے فتنے سے بچنا، ان کے گمراہ کن نظریات کا رد کرنا، اور اگر وہ امت کے خلاف ہتھیار اٹھائیں تو ان کے خلاف قتال کرنا مسلمانوں کی شرعی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ ان کا وجود امت میں فساد، تفرقہ اور دین کی غلط تعبیر کا ذریعہ بنتا ہے۔ اہلِ حق کا فرض ہے کہ وہ خوارج کے فتنوں کا علمی و عملی ہر سطح پر مقابلہ کریں تاکہ امت ان کے شر سے محفوظ رہے۔

ہمیں داعش کے خلاف خاموش نہیں رہنا چاہیے!

تحریر: احمد هشام الکردی

داعش درحقیقت ایک انتہا پسند گروہ ہے جو اپنے ناروا اعمال کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا ہے، اس نے اسلام کے حقیقی اور معتدل پیغام سے غلط فائدہ اٹھایا اور اپنے شدت پسند اعمال کی توجیہ اسلام کے نام پر کی، جس کی وجہ سے امت کے لیے بڑے نقصان اٹھ رہے ہیں۔

داعش کے اعمال صرف عالمِ اسلام کے اندر محدود نہیں، بلکہ پوری دنیا میں یہ اسلام اور مسلمانوں کی ساکھ خراب کرنے کا سبب بن رہے ہیں، اس کی شدت پسندی کی وجہ سے پوری دنیا میں اسلام کی پہچان انتہا پسندی اور تشدد کے ساتھ جڑ گئی ہے، مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت کمزور پڑ گئی ہے، بہت سے اسلامی ممالک جنگوں، بد امنی اور عدم استحکام کا شکار ہو گئے ہیں اور خطے میں ترقی، تعلیم اور معاشی پیش رفت کی راہیں بند ہو گئی ہیں۔

اسی وجہ سے داعش کو امت مسلمہ کی ترقی، امن اور استحکام کے لیے ایک بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے، اور اس کے خلاف جدوجہد کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔

اگر اب بھی داعش کو اپنی انتہا پسندی پر چھوڑ دیا گیا اور اس کے خلاف شدت اور عزم کا مظاہرہ نہ کیا گیا، تو امت مسلمہ کے لیے درج ذیل نقصانات پیدا ہوں گے:

1 اسلامی تعلیمات کی تحریف

اگر داعش کو اپنی انتہا پسندی پر چھوڑ دیا گیا، تو وہ اپنے اعمال کی توجیہ اسلامی شریعت کے نام پر پیش کریں گے، اسلام کی حقیقی تعلیمات میں تحریف کریں گے، ان کے انتہاپسندانہ اعمال اسلام کے اچھے اور معتدل پیغام کو خراب کریں گے اور مسلمانوں کو بدنام کریں گے۔

2 مسلمانوں کے درمیان اختلافات

اگر داعش کو اپنی انتہا پسندی پر چھوڑ دیا گیا تو یہ مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریت اور فرقہ وارانہ لڑائیوں میں اضافہ کر دے گی جو امت مسلمہ میں اتحاد اور ہم آہنگی کی راہ میں رکاوٹ بنے گی، اس سے مسلمانوں کی وحدت اور قوت کو سخت نقصان پہنچے گا۔

3 بد امنی اور عدم استحکام

اگر داعش کو اپنی انتہا پسندی پر چھوڑ دیا گیا، تو اسلامی ممالک میں جنگیں، عدم استحکام اور بد امنی کی سطح مزید بلند ہو جائے گی، یہ مسلمانوں کی زندگیوں، معاشی و معاشرتی ترقی کو متاثر کرے گی۔

4 اسلام کی عالمی ساکھ کو نقصان

اگر داعش کو اپنی انتہا پسندی پر چھوڑ دیا گیا، تو عالمی سطح پر اسلام کو بدنام کرے گی اور غیر مسلموں کو اسلام کے بارے میں منفی تصور کی طرف راغب کرے گی، یہ اسلام کے پر امن پیغام پر پردے ڈال دے گی اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان عدم اعتماد کی فضا پیدا کرے گی۔

5 نسلِ نو کی ذہنیت کی خرابی

اگر داعش کو اپنی انتہا پسندی پر چھوڑ دیا گیا، تو یہ نوجوانوں کو اپنے انتہا پسند نظریات کی جانب راغب کرے گی، جس کے نتیجے میں نسلِ نو انتہا پسندی اور تشدد کی راہ اختیار کرے گی، یہ امت مسلمہ کے مستقبل کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔

6 بے گھری اور ہجرتیں

اگر داعش کو اپنے انتہا پسند نظریات پر چھوڑ دیا گیا، تو ان کی سرگرمیاں خطے میں بد امنی اور عدم استحکام کا باعث بنیں گی، جس کی وجہ سے لوگ بے گھر ہونے اور ہجرتیں کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، یہ بے گھری خطے کے معاشی اور معاشرتی حالات کو مزید خراب کرتی ہے اور داخلی طور پر مایوسی اور بدحالی کا باعث بنتی ہے۔

7 انسانی وسائل کا ضیاع

اگر داعش کو اپنے انتہا پسند نظریات پر چھوڑ دیا گیا، تو یہ جنگوں کے لیے نوجوانوں کو راغب کرے گی اور انہیں انتہا پسندی اور تشدد کی راہ میں قربان کرے گی، حالانکہ یہی نوجوان امت کے لیے ترقی اور مثبت تبدیلی کا ذریعہ بن سکتے ہیں لیکن داعش کی انتہا پسندی کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔

8 تعلیم و ترقی کی راہ میں رکاوٹ

اگر داعش کو اپنے انتہا پسند نظریات پر چھوڑ دیا گیا، تو اس کے زیر تسلط علاقوں میں تعلیم کو اہمیت نہیں دی جائے گی، اور وہ تعلیم کو انتہا پسند نظروں سے دیکھیں گے، وہ مدارس، مکاتب، جامعات اور سماجی مراکز کو تباہ کرے گی، جو کہ نسلِ نو کے تعلیمی حالات کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔

9 نفسیاتی اثرات اور ذہنی بیماریاں

اگر داعش کو اپنے انتہا پسند نظریات پر چھوڑ دیا گیا، تو ان کے ہاتھوں رونما ہونے والے تشد اور ظلم کی وجہ سے عوام پر گہرے نفسیاتی اثرات مرتب ہوں گے، بالخصوص بچے اور عورتیں سخت ذہنی مسائل کا شکار ہوں گے، جو کہ طویل مدت میں معاشرے کے لیے سنگین چیلنجز پیدا کریں گے۔

10 اقتصادی نقصانات

داعش جنگ اور تخریب کاری کے ذریعے خطے کو معاشی نقصان پہنچاتی ہے، پیداوار، تجارت اور انفراسٹرکچر کو نقصان پہنچاتی ہے جس کے نتیجے میں پورے خطے کی معاشی ترقی رک جاتی ہے۔

11 بین الاقوامی دباؤ اور سیاسی تنہائی

داعش اسلامی ممالک کے بارے میں عالمی حساسیت کو بڑھاتی ہے، جس کی وجہ سے دنیا کے دیگر ممالک کی جانب سے اسلامی ممالک پر دباؤ اور پابندیوں میں اضافہ ہوتا ہے، یہ دباؤ معاشی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کا باعث بنتے ہیں، جس کے نتیجے میں اسلامی ممالک کی ترقی میں رکاوٹیں کھڑی ہوتی ہیں۔

اسی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ داعش کو اپنے انتہا پسند نظریات پر چھوڑ دینا، امت مسلمہ کے معاشرتی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی ڈھانچوں کو شدید نقصان پہنچائے گا، جو اس امت کے مستقبل کے لیے ایک بڑا خطرہ ہے۔

جھوٹی خلافت کے لیے نوجوانوں کو مائل و بھرتی کرنے کی خاطر داعش کے حربے

تحریر: ابو حذیفہ

داعش کسی فکر و نظریے سے عاری نوجوانوں سے اپنے اہداف کے حصول کے لیے بہت مؤثر انداز میں فائدہ اٹھاتی ہے اور اس سلسلے میں مختلف حربے استعمال کرتی ہے۔ ذیل میں ایسے کچھ اہم طریقے بیان کیے جا رہے ہیں جو داعش لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور پھر انہیں منظم کرنے کے لیے استعمال کرتی ہے:

1 متشدد پراپیگنڈہ

داعشی انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی مدد سے اپنا متشدد پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ وہ ویڈیوز، آڈیو بیانات، اور تحاریر کے ذریعے اپنے متشدد نظریات پھیلا کر لوگوں کو اپنی کاذب خلافت کی طرف مائل کرتے ہیں۔ ظلم و جبر اور جہاد کے حوالے سے بے بنیاد باتیں بناتے ہیں تاکہ ان کی مدد سے کوئی نظریہ نہ رکھنے والے لوگوں کو اپنی جانب مائل کر سکیں۔

2 اسلامی خلافت کی جھوٹی تصویر

داعش کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ اپنے پراپیگنڈہ میں اپنے زیر تسلط علاقے ایسے ظاہر کرے کہ جیسے یہاں سب کچھ اسلامی اصولوں کے عین مطابق جاری ہے اور لوگ پر امن اور راحت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

وہ سکولوں، ہسپتالوں اور بازاروں کی ویڈیوز نشر کرتے ہیں، تاکہ ظاہر کریں کہ انہوں نے ایک مکمل اور عادلانہ خلافت قائم کر رکھی ہے۔ مثلا داعش نے ”خلافت میں روزمرّہ کی زندگی“ کے نام سے ویڈیوز نشر کیں، جن میں دکھایا گیا کہ کیسے لوگ ایک پر امن فضا میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اپنا کاروبار بھی کرتے ہیں اور عبادت بھی۔ یہ نشریات غیر ملکی مسلمانوں کو اپنی جھوٹی خلافت کی جانب ہجرت کروانے کی خاطر نشر کی جاتی ہیں۔

حالانکہ درحقیقت سب کچھ اس سے الٹ چل رہا ہو گا، ظلم، بد امنی اور ناانصافی اپنے عروج پر پہنچ چکی ہو گی، اور بسا اوقات تو یہ تصاویر بالکل جعلی اور فوٹوشاپ کے ذریعے بنائی گئی ہوں گی۔

3 نظریاتی تربیت

داعش کی فکر یا نظریاتی تربیت دین میں تشدد کی بنیاد پر قائم ہے۔ وہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ دینی موضوعات میں تحریف کریں اور اپنے نظریات کو اس طرح سے پیش کریں کہ اس سے ایک حقیقی اسلامی خلافت کے قیام کی کوششیں نظر آئیں۔ وہ قرآن کریم اور احادیث کی غلط تفاسیر و تاویلات کرتے ہین تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو قائل کر سکیں کہ وہ بھی اس کاذب خلافت میں شامل ہو جائیں۔

4 معاشرتی دباؤ اور دھمکیاں

بعض علاقوں میں داعشی لوگوں کو بزور یا دباؤ ڈال کر اپنے ساتھ شامل کرتے ہیں۔ اسی طرح مختلف طریقوں سے ان کے اہل خانہ کو ڈراتے دھمکاتے ہیں ان کے ساتھ سخت رویہ اور برتاؤ رکھتے ہیں۔ اسی طرح معاشروں میں خود و ہراس اور دہشت سے کام لیتے ہیں تاکہ لوگ انہیں کے ظلم و استبداد سے نجات کی خاطر انہیں کی صفوں میں شامل ہو جائیں۔

5 جذبات سے کھیلنا

داعشیوں کی کوشش ہوتی ہے کہ نوجوانوں کی ناامیدی اور جذباتی حالت سے فائدہ اٹھائیں۔ ظلم اور نا انصافی کے خاتمے کے نام پر وہ ان سے جنگ کے حوالے سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں، اسی طرح اپنے پراپیگنڈہ میں نوجوانوں کو شہادت کے نام پر جنت کے وعدے دیتے ہیں۔

وہ نوجوانوں کے سامنے یہ جھوٹی تصویر پیش کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ شامل ہو جائیں، ان کے ساتھ مل کر جنگ کریں، اور ان کے لیے خود کش حملہ کریں تو وہ شہید ہو کر سیدھا جنت میں جائیں گے اور ان کے اہل خانہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے حساب انعامات نازل ہوں گے۔

6 مالی محرکات

داعش کی مالی امداد اور اس کے وعدے ایسے لوگوں کو مائل کرتے ہیں جو معاشی مشکلات کا شکار ہوں یا بے روزگار ہوں۔ یہ گروہ لوگوں کو اچھی روزی، ان کے خاندان کے ساتھ تعاون، اور بظاہر بہترین زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔

7 پراپیگنڈہ میں بچوں کا استعمال

داعش اپنے پراپیگنڈہ میں بچوں کو بھی استعمال کرتی ہے، جنہیں وہ ”خلافت کے شیر“ کے نام سے مخصوص رول دیتے ہیں۔ وہ بچوں کو جنگی تربیت کے مراکز میں دکھاتے ہیں اور انہیں ہتھیاروں اور عقیدے کی تربیت دتے ہیں، تاکہ نظریاتی جنگ دورِ حاضر کے بچوں اور آنے والی نسلوں کو اس طریقے سے منتقل کی جا سکے۔

اگر ہم صحیح معنوں میں داعش اور اس کی فکر کا مطالعہ کریں، تو ہم بلاشبہ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ داعش کا مقصدِ اصلی اسلامی احکامات کا نفاذ نہیں بلکہ انہیں بدنام کرنا اور کفار کی سازشوں کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ اسی لیے وہ ہمیشہ اور ہر جگہ اسلامی شریعت کی غلط تشریح پیش کرتے ہیں، بالخصوص جہاد، خلافت اور شرعی حدود کے حوالے سے۔

وہ جہاد کے نام پر بے گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور اپنے مظالم کو مذہبی حیثیت میں جائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام تو امن، بردباری اور انصاف کا دین ہے۔

اسی طرح داعشیوں کا دعویٰ ہے کہ دورِ حاضر میں ان کی منزل، راستہ، ہدف و حکمت عملی صرف شرعی اسلامی خلافت کا قیام ہے، لہذا اسی بنیاد پر جو بھی ان کے ساتھ بیعت نہیں کرتا یا ان کی مخالفت کرتا ہے تو اسے کافر سمجھتے ہیں اور انہیں موت کی سزا دیتے ہیں حالانکہ اس طرح کی تکفیر کا نظریہ دینِ اسلام کی بنیادوں سے متصادم ہے۔

مسلمانوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ داعش اور اس جیسے گروہ اسلام کے حقیقی نمائندے نہیں اور نہ ہی قیامِ خلافت کے مقصد سے اٹھے ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس قسم کے تحریف شدہ نظریات سے خود کو بچائیں، علم، سمجھ بوجھ اور دینی ہدایات کے ذریعے خود کو مضبوط کریں تاکہ داعشی خوارج کے اس جیسے بے جا پراپیگنڈہ سے متاثر نہ ہوں اور ان کے جھوٹ کا شکار نہ بن سکیں۔

تعلیم اور سمجھ بوجھ ان متشدد نظریات کے خلاف بہترین ہتھیار ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ دینی علماء اور معتبر ذرائع سے اپنی معلومات حاصل کریں اور اس طرح کے اور دیگر ہر قسم کے متشدد افکار اور اعمال کے خلاف کھڑے ہو جائیں۔

داعش؛ شعائراسلام کے دشمن

تحریر: یحییٰ عرفان

اسلام کی تاریخ میں خوارج جب بھی ظاہرہوئے، ان کی پالیسیاں اور عمل دنیا کے تمام مسلمانوں سے بالکل مختلف رہا۔ موجودہ خوارج (داعش) جب سے وجود میں آئے ہیں، ان کی حکمت عملی یہ ہے کہ اسلام کے مبارک دین کے اصولی عقائد اور فروعی احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ وہ ہمیشہ دین اسلام کے آفاقی اصولوں کو غلط قرار دینے، امت مسلمہ کو پریشان کرنے اور پوری دنیا کے مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس منصوبے کو آگے بڑھانے کے لیے انہوں نے بہت سے برے کام کیے ہیں، انہوں نے مقدس مقامات کو کفر و شرک کی نشانیاں قراردیا، عراق میں بعض انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے ساتھ ساتھ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں کو مسمار کیا اور دنیا کے کئی خطوں میں معزز مسلمان افراد کی قبروں کو مسمار کیا۔

خیبر پختونخواہ میں جب داعش نمودار ہوئی، سب سے پہلے اس نے پشتو زبان کے معروف صوفی شاعر عبدالرحمن بابا اور بعض دوسرے اولیائے کرام اور صالحین کی قبروں کو دھماکوں سے اڑایا، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں ان کے حوالے سے بے اعتمادی پیدا ہوئی اوران حرکتوں سے بہت سی اسلامی جماعتیں بدنام ہوئیں۔

حقیقت میں داعش نے خود کو ایک اسلامی گروہ کے طور پر متعارف کرایا، اس وجہ سے دوسرے مسلمان بھی ان کی حرکتوں کے نتیجے میں بدنام ہوئے، داعش ہمیشہ ایسے کام کرنے کی کوشش کرتی ہے، جس سے لوگوں میں اسلام کے مبارک دین کو مشکوک اور مشتبہ مذہب کے طور پر دکھایا جائے۔

داعش نے بہت سے علاقوں میں پرانی اور قدیم مساجد کو تباہ کیا، ان مساجد کو (العیاذباللہ) شرک کے اڈے کہا، اسی بہانے سے انہوں نے لاتعداد مساجد کو مسمار کیا۔

"داعش" نامی کتاب میں کہا گیا ہے: (داعش مزاروں اور قبروں سے گراں قدر اشیاء لے کر ان مقامات کو تباہ کردیتے ہیں، ان کے جنگجو انہیں مال غنیمت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ صفحہ: 42)۔

داعش کے بعض ارکان کے منہ سے یہ بات سنی گئی ہے کہ اگر وہ سعودی عرب کے خلاف جیت گئے تو وہ مکہ اور مدینہ کے مقدس مقامات کو بھی تباہ کردیں گے۔

داعش کی اس پیشین گوئی سے لگتا ہے کہ خانہ کعبہ بھی منہدم کرنے کے قابل ہے اور وہ ایک دن کعبۃ اللہ کو بھی مسمار کریں گے، جو مسلمانوں کا قبلہ ہے، اسے بھی شرک و کفر کی نشانی کہہ کر تباہ کر دیں گے۔

اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کے تمام مراکز کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، وہ تمام شعائر جو تمام عالم اسلام کے مراجع ہیں، جو مسلمانوں کے مابین عالمی سطح پراپنے مسائل حل کرنے، ان پر غور وخوض کرنے کی جگہیں ہیں، یہ وہ مقدس مقامات ہیں، جن کا اسلام اور مسلمانوں کے دفاع میں اہم کردار ہے۔

لیکن داعشی خوارج جو اصل میں مسلمانوں کے درمیان عمومی تفرقہ و اختلافات پیدا کرنے کے لیے بنایا گیا ایک منصوبہ ہے، وہ مقدس مقامات کو تباہ کرنے کے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں، ان کو سونپا گیا فریضہ ہی یہ ہے کہ اسلام کے نام پر مسلمانوں کے درمیان دراڑیں اور تفرقے پیدا کیے جائیں۔

مختلف موضوعات میں داعش کے باہمی اختلافات

تحریر: اسد غورزنگ

داعش کے اندرونی اختلافات صرف حکمت عملی اوراسٹریٹجک سطح تک ہی محدود نہیں ہیں، بلکہ ان کے مابین قیادت، مالی وسائل، خوبصورت خواتین، نظریات اور علاقائی مسائل پر بھی اختلافات ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے داعش بہت زیادہ کمزور اور عدم اعتماد کا شکار ہے۔

یہاں داعش کے اندرونی اختلافات کے کئی پہلو بیان کیے گئے ہیں:

1. قیادت پر اختلافات:

داعشی تنظیم کے اندر قیادت کے حوالے سے وقتاً فوقتاً اختلافات پیدا ہوتے رہے ہیں، جب ۲۰۱۹ء میں داعش کے بانی ابوبکر البغدادی کی ہلاکت ہوئی تو اس کی جگہ نئے امیر کے تقررکے بعد داعش کے مابین بڑی سطح پر اختلافات پیدا ہوئے۔

ان کے کچھ گروپ نئے رہنما کی تقرری پر راضی نہیں تھے، وہ سمجھتے تھے کہ نیا رہنما داعش کے اصل نظریے سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا۔

2. جنگی حکمت عملی سے متعلق اختلافات:

داعش کے کچھ ارکان اپنے راہنماؤں سے ان کی جنگی حکمت عملیوں پر متفق نہیں ہیں، ان میں سے کچھ کا خیال ہے کہ بے گناہ لوگوں کو مارنا ان کے نظریے کے خلاف ہے، لہذا لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے جس میں داعش کے انتہا پسند اور مذہبی طور پر جاہل رہنما سخت ہتھکنڈوں کی حمایت کرتے ہیں۔

یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے کچھ راہنما عوام کی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اوران میں سے کچھ شدت پسندی پر یقین رکھتے ہیں۔

3. مالی وسائل پر تنازعات:

داعش کو مختلف ذرائع سے رقم ملتی ہے اور اس رقم کی تقسیم ہی اس گروپ کے درمیان اختلافات میں اضافے کی اصل وجہ ہے، ان کا خیال ہے کہ رقوم کی تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا جاتا، جس کی وجہ سے ان کے باہمی اختلافات اپنی اوج کو پہنچ چکے ہیں۔

4. فوج اوراختیارات پر اختلافات:

مرکزی قیادت کی کوشش ہے کہ ہر علاقے میں اپنی طاقت اور اختیار برقرار رکھے اور علاقائی راہنماؤں کو اپنے قواعد و ضوابط کو نافذ کرنے کے لیے اپنے تابع کردے۔

لیکن کچھ مقامی رہنما اسے اپنے اختیارات کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں اور اس لیے مرکزی قیادت سے لاتعلقی یا مخالفت کا اظہار کررہے ہیں۔

5. خواتین کی تقسیم سے متعلق اختلافات:

کچھ مقامی کمانڈر جنگی علاقوں میں قید خواتین کی تقسیم مرکزی قیادت کے بغیر اپنے طور پر کرنا چاہتے ہیں جب کہ اس گروہ کی مرکزی قیادت کی کوشش ہے کہ پکڑی جانے والی خواتین اور لڑکیوں کی تقسیم پران کا مکمل کنٹرول ہو۔ اس عمل کے پس پردہ بعض کمانڈر عورتوں کی تقسیم میں ذاتی اغراض بھی رکھتے ہیں۔

6 خواتین کی جائیداد اور خاندانی زندگی کی تقسیم:

داعش میں خواتین کو جنگ میں مال غنیمت کا حصہ سمجھا جاتا ہے اور کچھ کمانڈروں کو ان کی فوجی خدمات اور قربانیوں کے عوض دیا جاتا ہے۔

یہ وہ نقطہ ہے جہاں اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ جب کچھ کمانڈر خواتین کو صرف اپنے قریبی لوگوں یا اپنے رشتہ داروں کو دینا چاہتے ہیں جبکہ دوسرے کمانڈر چاہتے ہیں کہ انہیں اس میدان میں برابر کا حصہ دیا جائے۔

7 خوبصورت لڑکوں کے استعمال پر نظریاتی مخالفین کا ردعمل:

داعش کے کچھ سخت گیر ارکان خوبصورت لڑکوں کے استعمال کو "غیر اسلامی" سمجھتے ہیں اور اس لیے گروپ کے نظریے پر تنقید کرتے ہیں۔

ان کا ماننا ہے کہ خوبرو لڑکوں کو صرف گھریلو یا اندروں خانہ کاموں کے لیے ہونا چاہیے، نہ کہ جنگ یا پروپیگنڈے کے لیے، لیکن داعش کی اکثریت خوبصورت لڑکوں کو اپنے ساتھ رکھنے اور مختلف سرگرمیوں میں استعمال کرنے کی اجازت دیتی ہے۔

یہ وہ اختلافات ہیں جو داعش کے اندر سب سے بڑے مسائل میں سے سمجھے جاتے ہیں اور ان کی مجموعی قوت اور علاقائی شاخوں کے درمیان تعلقات پر گہرا اثر ڈال رہے ہیں۔

داعش ہمیشہ اتحاد اور خلافت کے دعوے کرتی رہی، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی صفوں میں مسلسل اختلافات، بغاوتیں اور ایک دوسرے کے خلاف جنگیں جاری رہتی ہیں۔ قیادت کے جھگڑے، نظریاتی ٹکراؤ، اور اقتدار کی ہوس نے انہیں اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔

یہ وہ گروہ ہے جو خود کو خلافت کا دعویدار کہتا ہے لیکن اپنے ہی ساتھیوں کو کافر قرار دے کر قتل کرتا ہے۔ آج داعش کئی دھڑوں میں بٹ چکی ہے، ہر ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتا ہے، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کا وجود حق پر نہیں بلکہ باطل پر ہے۔

فصل سوم
دینی او ر جہادی تحریریں

امارت اسلامی کے عدالتی فیصلوں کا معیار

تحریر: ابو عمر حقانی

امارت اسلامیہ افغانستان سے ہم سب واقف ہیں جو ایک مکمل اسلامی نظام ہے اور جس کے حکام کی کوشش ہے کہ اپنے زیر تسلط خطے میں قرآنی اور نبوی ارشادات اور فقہ حنفی کے اصولوں کی روشنی میں ایک ایسا اسلامی نظام قائم کرے جس میں تمام جاندار موجودات خاص طور پر انسان اپنے شرعی حقوق کو محفوظ محسوس کریں۔

الحمدللہ اس حوالے سے کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں اور یہ دوسرا موقع ہے جب افغانستان میں ایسی عدلیہ قائم کی گئی ہے جسے افغان عوام عدالت عمری سے تشبیہ دیتے ہیں۔

یہ بھی سب پر واضح ہے کہ عدلیہ کے ذریعے انصاف فراہم کرنا اور حق کو حقدار تک پہنچانا اسلامی نظام کے شعبہ قضا کی اہم ذمہ داری ہے، امارت اسلامی میں قضا کو اس کی حیثیت کے مطابق مکمل خود مختاری حاصل ہے اور ہر قاضی اور عدالت کا رکن امارت اسلامی کے عظیم رہبر امیرالمؤمنین حفظہ اللہ تعالی کے جانب سے مکلف کیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی قسم کے دباؤ سے متاثر ہوئے بغیر مکمل حوصلے و جرأت کے ساتھ اسلامی ارشادات کی روشنی میں فیصلے کرے۔

سوال یہ ہے کہ امارت اسلامی میں عدالتی فیصلوں کا معیار کیا ہے؟

مجھے یقین ہے کہ اوپر کی چند سطروں کو پڑھنے کے بعد قارئین کرام کو اس سوال کا جواب مل چکا ہوگا، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ عدالت عمری صرف اور صرف اس صورت میں ممکن ہے جب عدلیہ یا عدالتیں اپنے فیصلوں کا معیار اسلامی شریعت کو بنائیں، تاہم اس بات کی مزید وضاحت کے لیے میں چاہتا ہوں کہ امارت اسلامی کے عدالتی فیصلوں کے معیار کو بیان کروں، ان فیصلوں کے معیار وہی ہیں جو علماء اہل سنت والجماعت کے متفقہ فتاوی ہیں، جنہیں درج ذیل انداز میں ذکر کیا جاسکتاہے:

1 قرآن مجید:

امارت اسلامی کی عدالتوں کے اصول و ضوابط قاضی، مفتی اور عدلیہ کے دیگر ارکان کو اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ عدالت میں پیش کیے گئے معاملات پر غور کریں اور دیکھیں کہ آیا ان کے حل یا فیصلہ کے بارے میں قرآن مجید کا کوئی واضح حکم موجود ہے یا نہیں؟ اگر اس موضوع کے بارے میں قرآن مجید میں واضح حکم موجود ہو تو عدلیہ کے ارکان متعلقہ معاملے کا فیصلہ قرآن مجید کے اسی حکم کے مطابق کریں گے۔

مثال کے طور پر: قرآن مجید میں بہت سے بڑی جرائم (قتل، زنا، چوری، قذف وغیرہ) کے بارے میں صریح اور واضح احکام موجود ہیں، یہ موضوعات امارت اسلامی کی عدالتوں میں پیش ہونے کے بعد قرآن مجید کے حکم کے مطابق فیصلہ کیے جائیں گے۔

چونکہ اللہ تعالی نے ہی قرآن مجید کو نازل کیا، وہی حاکم مطلق اور تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے، اس لیے

فیصلہ کرنے کا تمام اختیار بھی صرف اسی کے پاس ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:
« ألا له الخلق والأمر »[سورت الأعراف:۵۴]
ترجمہ: سن لو! پیدا کرنا اور تمام کاموں میں حکم کرنا اسی کے لائق ہے۔
اسی طرح اللہ عزوجل کے علاوہ کسی دوسرے کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:
«إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ»[سورت الانعام:۵۷]
ترجمہ: فیصلے اور حکم کا اختیار صرف اللہ تعالی کے پاس ہے۔
تمام انسانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالی کے احکام کی پیروی کریں اور اس کے احکامات کو بجا لائیں، کیونکہ اللہ تعالی اپنے بندوں کی مصلحتوں اور ان کی کمزوریوں سے آگاہ ہیں اور وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتے۔
لہذا قانون اور عدلیہ کے لیے اصل مأخذ اور منبع اللہ تعالی کے احکام ہیں اور جیسے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالی کے احکامات کو پہنچانے کے لیے اس کے اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں، اسی طرح ان انبیاء کی حدیث بھی دین میں حجت اور دلیل ہے۔
محترم قارئین! امارت اسلامی کے عدالتی فیصلوں کے تین مزید مآخذ اور معیار ہم آپ کو آئندہ قسطوں میں وضاحت سے ذکر کریں گے۔
گذشتہ قسط میں امارت اسلامی کے عدالتی و قضائی فیصلوں سے متعلق ایک معیار و مأخذ کا ذکر تھا جو قرآن مجید تھا، جس کو ہم نے مکمل وضاحت کے ساتھ لکھا، اب میں باقی معیاروں کی تفصیل پیش کرنا چاہتا ہوں:

2 احادیث نبوی:

اگر امارت اسلامی کی عدلیہ کو پیش کیے جانے والے معاملات و تنازعات کے فیصلے قرآن مجید میں نہ ملیں تو پھر یہ معاملات نبوی ارشادات (احادیث) کی روشنی میں دیکھے جاتے ہیں اور صحیح (مضبوط) احادیث کے مطابق فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر حدِ سرقہ کا ذکر قرآن میں ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، لیکن اس میں تفصیل نہیں دی گئی کہ کتنی مالیت کی چیز پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، یہ تفصیل حدیث شریف میں ذکر کی گئی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بذات خود شرعی حجت ہیں، کیونکہ جو بھی لفظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا، وہ اللہ کی جانب سے وحی شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالی اس بارے میں فرماتا ہے:
«وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلۡهَوَىٰٓ (۵) إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡيٌ يُوحَىٰ » [سوره النجم: ۴]
ترجمہ: یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بولتے، یہ (قرآن) صرف ایک وحی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے۔
اسی طرح ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو

افراد سے جو اپنی بعض چیزوں سے متعلق وراثت کا دعویٰ کر رہے تھے، فرمایا:
"یہ بات واضح ہے، جس بارے میں مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، اس میں میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔" [رواہ ابو داود]
یہ حدیث بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں وحی کی بنیاد پر ہیں اور ان کی احادیث ایک شرعی حکم کی حیثیت رکھتی ہیں۔

3 اجماع:

اجماع بھی امارت اسلامی کے عدالتی فیصلوں کا ایک منبع و اصل ہے، جب کسی موضوع پر عدلیہ کی جانب سے تفصیلی تحقیق کی جاتی ہے اور اس کے بارے میں قرآن مجید یا احادیث نبوی میں کوئی حکم نہ ملے تو عدلیہ کے ذمہ داران ان مسائل کو اجماع کے ذریعے حل کرتے ہیں۔ اجماع کا مطلب امت مسلمہ کے علماء کا کسی مسئلے پر اتفاق ہونا، اگرچہ اجماع بذات خود ایک وسیع اور طویل بحث کا متقاضی ہے جس کی تفصیل کا یہاں تقاضا نہیں۔
اس سلسلے میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:
"جسے بھی کوئی فیصلہ کرنا ہو، وہ قرآن مجید کی روشنی میں فیصلہ کرے، اگر ایسا معاملہ ہو جس کا حکم قرآن میں نہ ہو تو مذکور معاملے سے متعلق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہو، اس کی تعمیل کرے اور اگر ایسا معاملہ آ جائے جو نہ قرآن میں موجود ہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو تو وہ اس پر فیصلہ کرے جو اسلاف نے کہا ہو اور اگرایسا قضیہ پیش آجائے جس کا حکم قرآن میں موجود ہو نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے متعلق کوئی فیصلہ کیا ہو اور نہ ہی اسلاف کا کوئی قول موجود ہو تو وہ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اگر اس کے پاس کوئی صحیح رائے نہ ہو تو پھر وضاحت دے دے اور اس میں شرم محسوس نہ کرے۔"
[رواہ الحاکم فی المستدرک]

4 قیاس:

امارت اسلامی کے عدالتی فیصلوں کا چوتھا اصل اور معیار قیاس ہے، جو اسلامی شریعت میں احکام کے اثبات کے لیے قرآن، حدیث اور اجماع کے بعد چوتھا منبع و اصل ہے جس پر احکام اسلام کا مدار ہے۔
قیاس لغت میں اندازہ کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اشتراک علت کی بناء پرحکم منصوص(جن کا صریح حل قرآن وسنت میں موجود ہے) کو غیر منصوص(جن کا صریح حل قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے) میں جاری کرنا یاقرآن وسنت میں صراحت سے بیان کیے ہوئے حکم کوایسی چیز میں جاری کرنا جس کاحکم صراحتاً مذکور نہیں- اس بناء پر کہ قرآن وسنت میں بیان کیے ہوئے حکم کی علت اس چیز میں بھی پائی جاتی ہے۔
قیاس کی حجیت کے لیے قرآن مجید اور احادیث نبوی میں کئی مثالیں موجود ہیں، جن میں سے یہ دو آیات قیاس کی حجیت پر واضح دلالت کرتی ہیں:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ.(آل عمران: 59)

وَ لَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَ إِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ.(النساء: 83)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: جب آپ کے پاس کوئی تنازعہ آئے گا تو آپ کیسے فیصلہ کریں گے؟ انہوں نے کہا: میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا، اگر اللہ کی کتاب میں نہ ملے؟ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دونوں میں نہ ملے؟ انہوں نے کہا: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو وہ توفیق دی جس سے اللہ کے رسول راضی ہیں۔

[سنن ابو داؤد]

لہذا، مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ امارت اسلامی کے عدالتی فیصلوں کا معیار وہ اصول ہیں جو شرعی احکام کے اثبات کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور جو فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں متفق علیہ سمجھے جاتے ہیں۔

امارتِ اسلامیہ کے عدالتی فیصلے کسی سیاسی دباؤ یا ذاتی مفاد پر نہیں، بلکہ مکمل طور پر قرآن و سنت کی روشنی میں کیے جاتے ہیں۔ یہاں انصاف نہ دولت دیکھتا ہے، نہ عہدہ، بلکہ ہر معاملے میں شریعت کی بالادستی قائم رہتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امارتِ اسلامیہ کے عدالتی نظام نے افغانستان میں عدل، امن اور حقوق کی حفاظت کو یقینی بنایا ہے، جہاں ہر مظلوم کو انصاف میسر ہے اور ہر ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملتی ہے!

امارت اسلامی ایک مثالی نظام ہے!

تحریر: عزیز عازم

سیاسی پروگراموں، بحثوں اور سوشل میڈیا پر امارت اسلامی پر ایک مضحکہ خیز تنقید یہ کی جاتی ہے کہ امارت اسلامیہ افغانستان آخر کس اسلامی ملک جیسے نظام کی خواہاں ہے؟ جو نظام افغانستان میں چل رہا ہے، وہ کہتے ہیں کہ آیا یہ سعودی عرب، ایران، ترکی یا کسی دوسرے اسلامی ملک کے نظام جیسا ہےیا ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے، تو پھر وہ کس طرح کا مختلف اسلام اور نظام چاہتے ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی تنقیدیں مغربی ذہنیت اور افکار کا نتیجہ ہیں، وہ لوگ جو اسلام کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں کرتے اور محض روایتاً مسلمان ہیں، یہ طبعی امر ہے کہ وہ اسلام کو تحقیق اور غور و فکر کے بجائے افراد، ممالک اور موجودہ اسلامی ممالک کے سیکولر اور مغرب پسند نظاموں کے ذریعے سمجھتے اور سمجھناچاہتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی ممالک کی موجودہ صورت حال اور نظاموں پر سوالیہ نشان کھڑا ہے، جو کچھ آج سعودی عرب، ترکی، تاجکستان، ازبکستان، مصر اور دیگر ممالک میں ہو رہا ہے، کیا ہم اسے اسلامی نظام اور ریاست کہہ سکتے ہیں؟

وہ جمہوری اسلامی نظام جس کے انتخابات کی فنڈنگ اور امیدواروں کو رقم امریکہ کے ترقیاتی اداروں اور دیگر مغربی ممالک کے بجٹ سے ملتی ہو، کیا وہ اسلام کی نمائندگی کر سکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ افغانستان اس وقت اسلامی دنیا کا واحد ملک ہے جو ایک جداگانہ اور منفرد نظام رکھتا ہے، ایسا نظام جو بیرونی دباؤ، حمایت اور استعماری مقاصد سے آزاد ہو کر اسلام کے مبارک دین کی اقدار اور افغان عوام کی خواہشات کے مطابق قائم کیا گیا ہے، یہ ایسا نظام ہے جس میں نہ صرف فوجی طاقت ہے، بلکہ ملک کے انتظامی امور کے لیے انتظامی صلاحیت اور مالی خودمختاری بھی موجود ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ عالمی سیاست اور تعلقات کا تجربہ بھی حاصل ہے۔

ایک نظام کی پائیداری کے لیے اس کی بنیادی اور فکری حکمت عملی کو سب سے اہم ستون سمجھا جاتا ہے، یا اسے پائیداری کا محور کہا جا سکتا ہے۔ تو امارت اسلامی اس خصوصیت سے مکمل طور پرمتصف ہے، کیونکہ اس کا اصل محور اسلامی شریعت ہے، جو نہ صرف شعار میں بلکہ عمل میں بھی نافذ کی گئی ہے اور حقیقت میں یہ افغان مسلمان عوام کی خواہش ہے۔

گزشتہ سو سال سے زائد عرصے میں افغان عوام نے تین مختلف سلطنتوں کے خلاف جو مزاحمت کی ہے وہ صرف اور صرف اپنے دین اور اقدار کے تحفظ کے لیے تھی۔ اور اب جب کہ امارت اسلامی کے قیام کے ساتھ وہ آرزو پوری ہوئی ہے، تو یہ قدرتی بات ہے کہ عوام کی خواہشات کے پورا ہونے کے نتیجے میں قومی جواز اور قانونی حیثیت کا مسئلہ بھی حل ہو چکا ہے۔

عالم اسلام کے تقریباً تمام ممالک میں کوئی بھی ایسا ملک نہیں ہے جسے مکمل طور پر شریعت پر قائم

کہا جا سکے، جہاں تمام اصول اور پالیسیوں کی منظوری ایک ایسے امیر کی جانب سے دی جائے جو قرآن اور حدیث کا ماہر اور مدرس رہا ہو، کیونکہ امارت اسلامی کا قائد خود بار بار یہ کہہ چکا ہے کہ اگر کوئی حکم یا فرمان قرآن اور حدیث کے خلاف ہو، تو ایک عام افغان بھی اسے رد کرنے اور اس پر تنقید کرنے کا حق رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور اہم موضوع جو اہمیت رکھتا ہے، وہ وزراء، شوریٰ کے ارکان اور دیگر ذمہ داروں کا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس حکومتی امور میں مہارت کی بلند ترین سطح نہ ہو، لیکن وہ دین، وطن اور عوام کے ساتھ اپنے عہد و پیمان پر کاربند ہیں، ماضی کے تجربات نے یہ ثابت کیا ہے کہ افغانستان میں عزم یا ایمانداری کے بغیر کوئی بھی مہارت کسی صورت میں کامیاب نہیں ہو سکتی، اور دو یا تین ملکی شہریت رکھنے والے رہنما کبھی بھی ملک کے مفاد وبھلائی کا ذریعہ بننے کے قابل نہیں۔

افغانستان میں جاری بڑے اور چھوٹے منصوبے ماہر افراد کے ذریعے عمل میں لائے جا رہے ہیں، لیکن ان کے پیچھے عہدِ صادق اور اصولوں و اقدار کی پاسداری کرنے والے رہنما وزراء، رؤساء کھڑے ہیں۔

اسی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ امارت اسلامی نہ صرف موجودہ اسلامی ممالک کے حکومتی نظاموں کے لیے، جو اکثر جمہوری یا بادشاہی ہیں، ایک مثالی اور حقیقی اسلام پر قائم نظام ہے، بلکہ مغربی یا کفری ممالک کے لیے بھی عوام کی خواہشات کے احترام، خدمت اور باہمی حمایت کے حوالے سے ایک مثالی نظام سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں عوام کو امن، خوشحالی اور قومی مفاہمت کے ماحول میں زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔

بیرونی مغرض عناصر، خفیہ ایجنسیوں اور دیگر پراکسی گروپوں کے لیے افغانستان میں دخل اندازی کرنے کا کوئی موقع یا جگہ نہیں ہے، شاید اسی وجہ سے دنیا اس وقت افغانستان کے بارے میں ماضی سے زیادہ زیادہ پُرامن اور پُراعتماد ہے، ہمسایہ ممالک کے درمیان تعلقات کا توازن بھی اس پُرامن فضا کو مزید مستحکم کررہا ہےاور سب اس وقت اچھی نیت اور امن کے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں۔

> امارتِ اسلامیہ نے افغانستان میں ایک ایسا مثالی نظام قائم کیا ہے جو شریعت کے اصولوں پر قائم ہے اور ہر فرد کو عدل و انصاف فراہم کرتا ہے۔ یہاں حکمرانی کے فیصلے قرآن و سنت کی روشنی میں کیے جاتے ہیں، جہاں ہر شخص کی عزت، آزادی اور حقوق کا مکمل تحفظ ہوتا ہے۔یہ نظام دشمنانِ اسلام کے پروپیگنڈے کے برعکس، مسلمانوں کے لیے ایک حقیقی اور مضبوط رہنمائی کا نمونہ ہے، جو کہ ہر لحاظ سے فلاحی، عدلیہ میں عدل، اور معیشت میں انصاف کی ضمانت فراہم کرتا ہے!

عصر حاضر میں اسلام کی بقاء

تحریر: خالد حمزہ

اسلام وہ مبارک دین ہے جو تمام شعبہ ہائے زندگی جیسے سیاست، اقتصاد، تجارت، اخلاق، عبادات اور تہذیب کو جامع ہے.

یہ ایسا طرزِ زندگی ہے جس کا منبع توحید الٰہی ہے، ایسا قانون جو تمام انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے جو ہدایت اور فلاح و کامرانی کا واحد مرجع ہے۔

یہ دین اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ وہ مسلمان معاشرے کو خیرالقرون سے جوڑنے کی سعی کرتا ہے اور ہر زمانے کی مشکلات و مسائل کا حل اپنے احکامات میں سموئے ہوئے ہے۔

تاریخ اسلام میں جب بھی ہمیں مادی شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے ہم اس کے بعد پہلے سے بہتر اور زبردست قوت کے طور پر ابھرے ہیں، ہم نے شکست کی تلخی اور عروج کی مٹھاس کا تجربہ کر رکھا ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت یوں ہی جاری و ساری رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا دین اسلام کی دعوت و تبلیغ میں صرف اور صرف اللہ کی مدد ونصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس میدان میں اترے، اس راستے میں مشکلات و مصائب آپ علیہ السلام کے ارادوں کو متزلزل نہ کرسکے اور یو ں بالآخر ایسے نظام کی بنیاد رکھی جس کی مثل پوری دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

پیغمبر مہربان صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت امام مسجد، مجاہدین کے امیر، صحابہ کرام کے استاد اور اللہ تعالی کے رسول تھے، ایک ایسی قرآنی نسل تیار کر گئے جنہوں نے تاریخ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا، پوری دنیا کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کے نور سے منور کردیا!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی رحلت کے بعد عرب قبائل ارتداد کی راہ پر چل پڑے سوائے مکہ مکرمہ، مدینہ منورۃ، طائف اور بحرین کے تمام عرب دین اسلام سے پھرگئے، ان کا ارتداد یہ تھا کہ وہ حکومت کو زکوۃ ادا نہیں کریں گے۔

لوگ جماعت در جماعت دائرہ اسلام سے نکلنے لگے، بعضوں نے پیغمبری کا دعوی کیا، عالم کفر نے جزیرہ عرب کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ ایسی صورتحال تھی کی بعض صحابہ کرام بھی ناامید ہونے لگے، حالات کو دیکھتے تو رنج و الم میں ڈوب جاتے، جنگوں میں مالی وجانی نقصانات سے پریشان تھے۔ یہ صورتحال آج سے چند گنا دگرگوں تھی۔

بعض صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے خلیفۂ رسول اللہ! ہم تمام عرب سے جنگ نہیں کرسکتے، آپ اپنے گھرمیں بیٹھے عبادت میں مصروف رہیں، ان حالات سے سروکار نہ رکھیں۔

سب کو یقین تھا کہ ان حالات کا مقابلہ ناممکن ہے، چہار سو مایوسی کی فضا پھیلی ہوئی تھی، ہر شخص اصلاح احوال سے مایوس ہوچکا تھا۔

ان دگرگوں حالات کے دوران صدیق اکبررضی اللہ عنہ نے ایسا فیصلہ صادر فرمایا جس نے تاریخ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، ایک ایسا شجاعت و بہادری کا اعلان کیا، اگر آج بھی اس پر لبیک کہا جائے، اس کی تعمیل کی جائے تو ناممکن نہیں کہ سارا عالم اس کے سامنے سرنگوں ہوجائے۔

صدیق اکبررضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میرے ہوتے ہوئے دین میں کمی کی جائے گی؟ میں اکیلا ہی ایسے لوگوں سے جنگ کروں گا یہاں تک میرا سر تن سے جدا کردیا جائے لیکن دین میں کمی قبول نہیں کرسکتا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے علم جہاد بلند کرڈالا، ان کی دیکھا دیکھی دیگر صحابہ کرام بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور مرتدین کی بیخ کنی کر ڈالی، جھوٹے مدعیان نبوت کے سروں کو تن سے جدا کر ڈالا اور ایک بار پھر دنیا کو اللہ تعالی کے نور سے منوراور جزیرہ عرب کو اسلام کے زیر سایہ لے آئے۔

یہی وقت تھا جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینے سے فارس اور روم کی جانب اسلامی لشکر روانہ فرمائے، یہ تاریخ کے حیران کن فیصلے ہیں کہ وہ فوج جو خانہ جنگی سے پوری طرح نکلی نہیں پھر اسے روم و فارس جیسی سپر پاور سلطنتوں سے مقابلے کے لیے بھیجا جائے، لیکن یہ ایمانی قوت کے فیصلے تھے جیسے کئے گئے ویسے ہی کامیاب بھی ہوئے۔ یہ وہ عقیدے و ایمان کی طاقت تھی جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ اور سمندروں کو چیر دیتی تھی۔

اموی اور عباسی خلافتوں نے دنیا کا دو تہائی حصہ اپنی حکومت میں شامل کیا، علمی، معاشی اور صنعتی شعبوں میں دنیا کی سرکردگی کرنے والے اور آٹھ سو سالہ اسلامی اندلس میں ایسی شاندار تہذیب وتمدن چھوڑ آئے جسے دیکھ کر آج بھی لوگ انگشت بدنداں ہیں۔

اس وقت جب پورے یورپ میں علم و صنعت پر پابندی تھی، ہمارے اندلس میں بڑے سرجیکل آپریشن ہوتے تھے، پورے یورپ میں ایک ہزار سے زیادہ کتابیں نہ تھیں مگر ہمارے قرطبہ کے صرف ایک کتب خانے میں لاکھوں کتابیں موجود تھیں، تعمیرات کے شعبےمیں آج بھی اشبیلیہ، طلیطلہ اور بغداد کے شہر اپنی تاریخی حیثیت پر شاہد عدل ہیں۔

لیکن جب حکام اور عوام نے دین اسلام کو اپنے معاملات زندگی سے نکال باہر کرکے دنیا کی عیش و عشرت میں پڑ گئے تب مشرق سے منگولوں اور مغرب سے صلیبی دنیا نے ان پر مسلسل حملے کیے اور شاندار عباسی خلافت کو ختم کرڈالا اور صدیوں تک پوری دنیا پر حکومت کرتے رہے۔

پھر جب مسلمانان عالم نے اپنے دین کی طرف توجہ کی اور اس کے احکامات پر عمل شروع کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اپنا رحم فرمایا اور عظیم نعمت خلافت عثمانی سے نوازدیا۔

اسی خلافت عثمانی نے یورپ کا تہائی حصہ فتح کر ڈالا اور بیسویں صدی عیسوی تک پوری دنیا پر اسلام کا بول بالا تھا، تمام شعبہ ہائے زندگی میں وہ نمایاں تھے، مگر پھر جب ہم نے اپنے مقاصد کو پس پشت ڈال دیا تب ہی زوال و بدبختی ہمارا مقدر ٹھہری، وہ مبارک خلافت جو ۱۹۲۴ء تک پوری امت پر سائباں کی مانند قائم تھی زائل ہوگئی اورجو تمام عالم اسلام کے اتحاد و اتفاق کی علامت تھی وہ سقوط سے دوچار ہوئی اور یوں متحد عالم اسلام ٥٦ ٹکڑوں میں تقیسم ہوگیا۔

شہادت حریت اور آزاد سماجی زندگی کا واحد راز

تحریر: ابو جاوید

امت مسلمہ کی تاریخ میں قربانیاں اور شہادتیں وہ الفاظ ہیں جنہوں نے تاریخ کی چمک اور خوبصورتی کو بڑھاوا دیا ہے؛ یہ مظلوم امت کی آزادی اور حریت کی علامت بن چکی ہیں اور دشمن کے شیطانی اور ناپاک مقاصد کو روکنے کا ذریعہ ہیں۔

اگر شہادتیں نہ ہوتیں، تو میدانِ موتہ میں مسلمان افوج کی فتح کی آواز کبھی نہ گونجتی، اگر ہمارے بزرگوں (عبد اللہ بن رواحہ، زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب / جعفر طیار رضی اللہ عنہم) کی خود کو قربان کرنے کی مثالیں نہ ہوتیں تو اسلام کی تین ہزار نفری فوج لاکھوں رومی فوج جو عقلا مسلمان فوج کی کامیابی کو ناممکن سمجھتی تھی کے مقابلے میں کبھی فتح یاب نہ ہوتی۔

اگر شہادتیں نہ ہوتیں تو آج افغانستان کے جغرافیہ میں امارت ایک نظام کے طور پر حکمران نہ ہوتی، اگر منصور کا وجود نہ ہوتا تو وزیر اکبر خان کی پہاڑی پر عظمت اور شان کی نمائش نہ ہو پاتی، اور صدارتی محل میں ٹائی و پتلون پہننے والوں کی بجائے پگڑی والے نظر نہ آتے۔

ہم آزادی اور آزاد سماجی زندگی کی بقاء کو شہادت میں دیکھتے ہیں اور ہم یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ شہادتیں جیسے نظام کے قیام میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں، ویسے ہی نظام کی مضبوطی اور بقاء میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

دشمن کان کھول کر سن لے کہ شہادتیں ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں ہیں، یہ ہماری عظیم تاریخ کی کتاب کا وہ باب ہے جو سورج کی طرح روشن ہے؛ ہمارا مبارک نظام شہداء کے خون سے سینچاگیا ہے، اگر تمہیں ہمارے ماضی کا علم نہیں تو صرف موجودہ قیادت پر غور کرو، ان کی زندگی کا مطالعہ کرو، تاکہ تم پر یہ واضح ہوجائے کہ ہمارے اور شہادت کے درمیان کیا تعلق اور کیسا رشتہ ہے۔

ہم ہر صبح اور ہر شام کا آغاز شہادت کی آرزو کے ساتھ آغاز کرتے ہیں؛ اگر ہم شہادت نہیں چاہتے تو امریکہ جیسی عظیم طاقت کےمقابلے میں نہ کھڑے ہوتے، ہم شہادتوں سے کبھی ختم نہیں ہوتے، یہاں ہر فرد اپنے آپ کو نظام کی خدمت اور استحکام کا ذمہ دار سمجھتا ہے اور جب تک یہ جذبہ موجود ہے، نظام کا ہر فرد و پیروکار اپنے عزم پر متیقن اور ہر ایک دوسرے کا متبادل بن سکتاہے۔

فصل چہارم
سیاسي اور اجتماعی تحریریں

امارت اسلامیہ افغانستان بالمثل سیاست چاہتی ہے!

تحریر: ولی اللہ عمری

امارت اسلامیہ افغانستان کے افراد دین مبین اسلام کے پیروکار، اہل السنۃ والجماعت اور فقہ حنفی کے پیروکار ہیں، اہل السنۃ والجماعت کے عقائد وسطیت اور معتدل ہیں جن میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔

اسی طرح فروعی مسائل میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ایک اعتدال پسند مذہب ہے جس میں زندگی کے تمام معاملات کا معتدل حل موجود ہے، زندگی کے تمام معاملات میں اعتدال دوام و بقا کا ضامن ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان، جس کی بنیاد مذہب حنفی کے اصولوں پرقائم ہے، ایک معتدل خارجہ اور داخلہ پالیسی پرانحصار کرتی ہے، شہری معاملات میں وہ پوری دنیا کے ساتھ اچھے اورملکی معاملات میں مداخلت سے پاک تعلقات چاہتے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کبھی بھی دوسرے ممالک پر حملہ، دوسروں کے حقوق کی خلاف ورزی یا دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتی اور ساتھ ہی پوری دنیا کے ممالک سےاعتدال کے دائرے میں امارت اسلامیہ افغانستان کے ساتھ مفید سیاسی تعلقات برقرار رکھنا چاہتی ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان نے اپنے تمام خارجی اور داخلی سیاسی تعلقات اور سیاسی تعامل کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کو معیار بنایا ہے:

> فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ. (البقرة/۱۹۴)

ترجمہ: اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اسی طرح اپنے دفاع میں ان پر حملہ کرو، لیکن اس سے زیادہ تجاوز نہ کرواور اللہ سے تقوی اختیارکرو، جان لو! اللہ تعالیٰ ہمیشہ متقیوں کی مدد کرتا ہے۔

مختصراً، امارت اسلامیہ افغانستان کے سیاسی تعلقات اور سیاسی تعاملات اس مبارک آیت پر مبنی ہیں جو کفری و اسلامی کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے گریز کی پالیسی ہے، جس کے بنیاد پر کسی بھی ملک میں مشکلات و مسائل پیدا کرتی ہے، نہ ایسا چاہتی ہے۔

امارت اسلامی اپنی سیاست اور اپنے ملک میں دوسرے کافر اور اسلامی ممالک کے تجاوز، مداخلت اور جوڑ توڑ کو قبول نہیں کرتی، اگر کوئی ملک افغانستان کے نظام اور امارت اسلامیہ میں مداخلت کرنا چاہے، خارجہ اور داخلی سیاست سے متعلق مسائل پیدا کرنے کی کوشش کرے گی تو امارت اسلامیہ افغانستان انہیں منہ توڑ جواب دے گی۔

یہ نظام کسی حکومت یا افراد کے زیر اثر نہیں، افغانستان کی معیشت، تعلیم، ترقی، فوج، طب اور دیگرشعبوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کر رہا ہے، تاکہ تمام افغانوں کو ان کے حقوق حاصل ہوں، کفری دنیا کی افغانستان میں مداخلت کو یکسر روک کر ان کی منفی پالیسیوں کا سد باب کر دیا جائے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کی خارجہ اور داخلہ پالیسی کے تمام اعلانات و اعلامیے دین اسلام کے اصولوں پر مبنی

ہیں اور ہر فیصلے پر سینکڑوں علمائے کرام کی توثیق کے بعد عمل کیا جاتا ہے، کیونکہ امارت اسلامیہ افغانستان اسلامی اصولوں پر قائم ہے؛ دنیا اوراپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ بالمثل کی اسلامی سیاست پرعامل اور پوری انسانیت کے لیے خیرخواہی کے جذبے سے سرشار ہے۔

دوسرے الفاظ میں امارت اسلامیہ افغانستان کی پالیسی اپنے تمام پہلوؤں میں ایک معتدل شرعی پالیسی کو فروغ دیتی ہے، جس میں اس کے اپنے شہریوں کے علاوہ پوری دنیا کے لوگوں کے حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے اور وہ کبھی بھی دوسروں کے حقوق پر تجاوز و مداخلت کی پالیسی نہیں رکھتی، اس لیے پوری دنیا سے چاہتی ہے کہ وہ امارت اسلامیہ افغانستان کے ساتھ نتیجہ خیز اور اعتدال کی پالیسی اختیار کریں۔

امارتِ اسلامیہ کی سیاست کسی ذاتی مفاد یا دنیوی طاقت کے حصول کے لیے نہیں، بلکہ صرف اور صرف شریعت کی حکمرانی کے قیام کے لیے ہے۔ اس کا مقصد ایک ایسا معاشرہ بنانا ہے جہاں اسلامی اصولوں کی بنیاد پر انصاف، عدل اور فلاح ہو۔

یہ سیاست عوامی فلاح کے لیے ہے، جو کسی بیرونی دباؤ یا عالمی مفاد کے تحت نہیں بلکہ صرف اللہ کی رضا کے لیے کی جاتی ہے۔

تحریک طالبان پاکستان افغانستان کا مسئلہ ہے یا پاکستان کا؟

تحریر: مفتی ابو حارث فاضل دارالعلوم کراچی

کافی عرصہ سے ٹی ٹی پی کی موجودگی کے حوالے سے ریاستِ پاکستان نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر یہ بات بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ ٹی ٹی پی کے کارکنان ریاستِ پاکستان کے خلاف افغانستان کی سرزمین استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں داخل ہوتے ہیں اور کاروائی کر کے واپس افغانستان چلے جاتے ہیں۔ جبکہ اس الزام کا جواب امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے دیا جاتا رہا ہے کہ ٹی ٹی پی کا مسئلہ پاکستان کا داخلی مسئلہ ہے اور افغانستان کی سرزمین کسی بھی پڑوسی ملک کے خلاف استعمال نہیں کی جاتی، البتہ بعض وہ مہاجرین جو پاکستان کے بے تحاشہ مظالم سے تنگ آ کر ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۲ء کے دوران پناہ گزینوں کے طور پر اُس وقت افغانستان آئے تھے کہ جب امریکہ اوراسکی اتحادی افواج بھی افغانستان میں موجود تھیں، اور خوست کیمپ وغیرہ جیسے مقامات پر اِس وقت جو پاکستانی مہاجرین موجود ہیں ان کے پاس نہ تو اسلحہ ہے اور نہ ہی ٹی ٹی پی کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ ہے، ان کی زندگی مہاجرین کےعالمی قوانین کے مطابق ایسے بسر ہوتی ہے جس طرح کہ پاکستان، ترکی وغیرہ میں مہاجرین زندگی گزارتے ہیں۔

ایسے سرکاری الزامات کی حقیقت اور ان کے جوابات جاننے کے لئے یہاں حقائق پر مبنی چند سوالات اٹھائے جا رہے ہیں جو ان شاء اللہ سوشل میڈیا کے اندھے اور بے لگام انفلوئنسرز اور صحافت کے اونچے میناروں سے سرکاری فرمائشوں پر بلند و بانگ دعوے کرنے والے صحافیوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کارآمد ثابت ہوں گے۔

ان ارید الا الاصلاح ماستطعت وما توفیقی الا باللہ

پہلا سوال:

پاکستان کا دعوی ہے کہ ہم نے ستائیس سو (۲۷۰۰) کلومیٹر بارڈر (ڈیورنڈ کی فرضی لائن) پر بارہ فٹ بلند اور پانچ فٹ چوڑی مظبوط باڑ لگائی ہے، اور صرف باڑ ہی نہیں بلکہ باڑ کے بیچ میں خار دار تاریں اس انداز سے بچھائی گئی ہیں کہ انسان کیا اگر چھوٹے چھوٹے جانور بھی اُس میں داخل ہونا چاہیں تو بھی داخل نہیں ہوسکتے، نیز ہر دو سو تین سو میٹرکے فاصلے پرایک مظبوط پوسٹ قائم کی گئی ہے، ہر پوسٹ کا دوسری پوسٹ کے ساتھ وائرلیس رابطے کے علاوہ پیٹرولنگ رابطہ بھی قائم رہتا ہے، کیونکہ پوری فرضی ڈیورنڈ لائن پر سڑکوں کا جال بھی بچھایا گیا ہے، اور ہر دس پندرہ پوسٹوں کے عقب میں ایک بڑا فوجی کیمپ بھی بنایا گیا ہے جہاں تازہ دم فوجی دستوں سمیت خوارکی اشیاء اورتمام طبی ضروریات مہیاء ہوتی ہیں، اور ہر پوسٹ میں پانچ چھ مسلح فوجی بٹھائے گئے ہیں، جن کے پاس جی تھری اور سنائپر سے لے کر ایل ایم جی تک کا اسلحہ ہوتا ہے، نیز ہر پوسٹ پرستّر اَسّی لاکھ روپیہ والے ایسے تھرمل کیمرے نصب ہوتے ہیں کہ اگر رات کے گھپ اندھیرے میں پانچ سو میٹرکے فاصلے پر کوئی پرندہ پَر بھی مارے تو وہ بھی ان کی نگرانی میں ہو۔ ہر بیس تیس میٹر پر رات کے وقت جدید آٹومیٹک لائٹس کی صورت میں سنسر کا نظام نصب کیا گیا ہے کہ جاندار چیز کے قریب آنے سے اس کی روشنی مزید بڑھ جاتی ہے، ان جدید لائٹس سسٹم کی وجہ سے رات کے وقت فرضی

ڈیورنڈ لائن کے علاقے کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے، اور اس پر مستزاد یہ کہ زمین پر برقی تاروں اور سنسرز کا ایسا سسٹم نصب کیا گیا ہے کہ اگر کوئی جاندار باڑ کے قریب آئے تو وہ پوسٹ والوں کو سائرن کی صورت میں اطلاع کر دیتا ہے، اسی طرح پاکستانی وزارت دفاع کے معتبر ذرائع نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ فرضی ڈیورنڈ لائن کی حفاظت کی خاطر ریاستِ پاکستان نے آٹھ سو چھوٹے بڑے ڈرون طیارے مختص کیے ہیں، جن میں میزائل فائر کرنے صلاحیت کے ساتھ جاسوسی کے ہر قسم آلات بھی نصب ہوتے ہیں۔ ان تمام انتظامات کے ساتھ ساتھ فرضی ڈیورنڈ لائن سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر کمین گاہوں میں جدید ٹیکنالوجی سے لیس اسپشل فورس کے قطعات موجود ہوتے ہیں کہ اگر پھر بھی کوئی دھشت گرد ان تمام حصاروں کو توڑ کر داخل ہو جائے تو ان سے کمین گاہوں میں اسپیشل فورس کے ذریعہ نمٹا جائے، اِن انتظامات کے بعد پاکستان نے امریکہ کو اطمینان دلایا کہ فرضی ڈیورنڈ لائن کے لئے مختص آپ کے دیے ہوئے ہزاروں ملین ڈالرز صرف کرنے کے بعد ہم تمہیں پورا یقین دلاتے ہیں کہ فرضی ڈیورنڈ لائن پر اب پرندہ بھی ہماری نظر میں آئے بغیر پر نہیں مارسکتا۔

یادرہے! مذکورہ بالا انتظامات کوئی خیالی نہیں بلکہ ایک دیدہ و دانستہ حقیقت ہے، جس پر پاکستانی ادارے یقیناً قابلِ داد ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان جیسے انتظامات نہ تو روس جیسے ترقی یافتہ ملک نے یوکرین کی منظم فوج کے خلاف کئے جن کو امریکہ سمیت پوری یورپ کی حمایت حاصل ہے اور ہر قسم کے جدید اسلحے اور آلات سے لیس ہیں، اور نہ ہی اسرائیل جیسے امریکہ و برطانیہ نواز بدمعاشوں نے حماس جیسے صاحب عزم و کرامت مجاہدین کے خلاف ایسے اقدامات اٹھائے ہیں۔

اب پہلا سوال یہ ہے کہ ایسے انتظامات کے باوجود ٹی ٹی پی کے مجاہدین کیسے سرزمینِ پاکستان میں قدم رکھ سکتے ہیں اور چترال، سوات، پشاور تا ڈیرہ جات اور بلوچستان تک وہ پاکستانی سکیورٹی اداروں پر کامیاب کاروائیاں کرتے ہیں۔ یہ فلسفہ کم ازکم میری ناقص سمجھ سے بالاتر ہے، بالفرض اگرپاکستان کے اس دعوی کو ایک منٹ کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے کہ واقعی ٹی ٹی پی افغانستان کی سرزمین استعمال کرتی ہے، جبکہ ہماری معلومات کے مطابق امارت اسلامیہ افغانستان نے پاکستان کے انتظامات کے مقابلہ میں فرضی ڈیورنڈ لائن پر پانچ فیصد کام بھی نہیں کیا، تو ایسی صورتحال میں ٹی ٹی پی کے کارکنان کی دراندازی کا سارا ملبہ امارت اسلامیہ پرڈالنے کے بجائے اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک طرف ریاستِ پاکستان مذکورہ بالا انتظامات پرقابلِ داد ہیں تو ٹی ٹی پی کے کارکنان اگر ان انتظامات کے باوجود فرضی ڈیورنڈ لائن کراس کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تووہ ہزار بار داد کے مستحق ہیں، اور دیکھنے والوں کے ہاں یہی ان کے برحق ہونے کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ کو سمندروں نے راستے دیے تھے اور ٹی ٹی پی کے مجاہدین کو پہاڑوں میں ایسے انتظامات کے باوجود راستے مل رہے ہیں، جو سمندری راستوں سے کئی گنا مشکل ہیں۔

کیا ان جیسے انتظامات کے باوجود ریاستِ پاکستان کا امارتِ اسلامیہ افغانستان پر الزامات لگانا کھلی حماقت اور ٹی ٹی پی کے مقابلہ میں اپنی شکست کے اعتراف کے مترادف نہیں؟

دوسرا سوال:

پاکستان کے معتبر ذرائع کا دعویٰ ہے کہ ریاستی اداروں نے اکتوبر کے آخری عشرے میں باجوڑ اور دیر کے بارڈر ”درگئی“ میں مالاکنڈ ڈویژن میں ٹی ٹی پی کے معاون والی محترم قریشی استاد، ان کے بیٹے اور داماد سمیت نو کمانڈروں کو قتل کر دیا ہے، جس کی تصدیق ٹی ٹی پی کے مصدقہ ذرائع نے بھی کی اور والی مالاکنڈ ڈویژن محترم مولانا عظمت اللہ لالا نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ یہ مجاہدین باجوڑ کے مراکز سے سڑک کے ذریعے سوات کے مراکز جا رہے تھے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سوات، دیر، اور باجوڑ میں بڑے پیمانے پر ٹی ٹی پی کے مزاکز موجود ہیں۔ اور روزانہ کے لحاظ سے ان علاقوں میں سیکیورٹی اداروں پر کاروائیاں کرنا اس دعوے کو مزید تقویت بخشتا ہے، اب ان مراکز اور کاروائیوں کا الزام امارت اسلامیہ پرلگانا سمجھ سے بالاتر ہے۔

تیسرا سوال:

ٹی ٹی پی کے لوائح اور تنظیمی ڈھانچہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے پاکستان کو دو حصوں (جنوبی اورشمالی زونز میں تقسیم کیا ہے)۔ جنوبی زون جس میں کوہاٹ ڈویژن تا بنوں، ڈی آئی خان، پورا بلوچستان، سندھ اورجنوبی پنجاب کے ڈویژنز شامل ہیں، جبکہ شمالی زون میں مالاکنڈ ڈویژن، پشاور، مردان، ہزارہ اور شمالی پنجاب کے ڈویژنز شامل ہیں، اورہر ڈویژن کو انہوں نے ولایت کا درجہ دیا ہے، اور ہر تحصیل کو ولسوالی کا درجہ دیا ہے۔ اس تقسیم کے بیان کا مقصد یہی ہے کہ تقریباً پندرہ سولہ والیان اوردسیوں ولسوالان صاحبان پر ٹی ٹی پی کی طرف سے یہ لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ جنگ کے محاذوں میں رہیں گے، جس کی واضح دلیل، رہبری شوریٰ کے رکن محترم مفتی مزاحم صاحب جوتحریک کے سابقہ نائب اور وزیرِ دفاع رہ چکے ہیں، اور اس وقت جنوبی زون کے نظامی مسؤل بھی ہیں، انہوں نے ایک ویڈیو پیغام میں واضح طور پر کہا ہے کہ میں نے جنوبی زون کے مختلف محاذوں کا دورہ کیا، جہاں بارڈراورمرکزی مقامات کے علاوہ ہر جگہ طالبان کے مراکز موجود ہیں۔ طالبان کھلے عام بازاروں، حجروں اور مساجد میں گھومتے پھرتے ہیں، اور عوام اپنے فیصلے کچہریوں کے بجائے مقامی طالبان کے قاضیوں کے ذیعے حل کرواتے ہیں۔ اسی طرح رہبری شوری کے کئی دیگر ارکان مراکز کے بجائے محاذِ جنگ میں موجود ہیں، مثلاً مولانا طہ سواتی جو رہبری شوریٰ کے رکن ہونے کے ساتھ ساتھ احتساب کمیشن کے رکن کی حیثیت سے محاذوں کی نگرانی میں مصروف ہیں، رہبری شوریٰ کے ایک اور رکن محترم کمانڈر بلال فاروقی صاحب جو زون کے انٹیلی جنس چیف اور اقتصادی وزیر بھی رہ چکے ہیں، محاذوں پر مجاہدین کی دیکھ بال میں مصروف ہیں۔ کیا اس حقیقت کا ریاستِ پاکستان کوعلم نہیں؟ یا ریاستِ پاکستان جان بوجھ کر امارت اسلامیہ افغانستان پرالزام تراشیاں عبادت سمجھ کر کرتی ہے؟

چوتھا سوال:

مولانا فضل الرحمن صاحب اور دیگر سیاسی شخصیات اس اندیشے کا اظہار مسلسل کرتے رہے ہیں کہ تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین اس قدر کثرت سے قبائلی اضلاع میں موجود ہیں کہ رات کے وقت بازاروں اور چوکوں چوراہوں پرطالبان کی حکومت ہوتی ہے اورحکومت کی رٹ نامی کوئی چیز باقی نہیں۔ بلکہ حالیہ دنوں میں ٹی

ٹی پی کے کارکنان مختلف ولایات مثلا، خیبرایجنسی، باڑہ، متنو، اسی طرح کرم اور اورکزئی ایجنسی کے چوکوں چوراہوں اور شارع عام پرکھلے عام گھومتے پھرتے نظرآتے ہیں۔ خاص طور پر ولایت بنوں اور ڈی آئی خان کا زیادہ تر حصہ تو طالبان ہی کے قبضے میں ہے۔ ۲٦ اکتوبر کی بات ہے کہ کمشنرڈی آئی خان اوردیگر ریاستی اداروں نے خبردار کیا کہ سرکاری افراد ڈی آئی خان اور ٹانک کے عمومی راستے کو استعمال کرنے میں احتیاط کریں۔ رات کے وقت نقل و حرکت نہ کریں۔ یہ سب باتیں اس کی واضح دلیل نہیں کہ ٹی ٹی پی اس وقت سرزمینِ پاکستان ہی پر موجود ہے، اور ریاستی اداروں کی جانب سے الزام کن پرعائد کیا جاتا ہے؟

پانچواں سوال:

ریاستِ پاکستان کے کئی اعلیٰ ذمے داران نے بارہا عمران خان اور جنرل باجوہ پر یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ فیض حمید کی وساطت اور امارت اسلامیہ کی ثالثی میں ایک سال تک جو مذاکرات ہو رہے تھے، اس دوران تیس سے چالیس ہزارکے لگ بھگ طالبان مالاکنڈ ڈویژن اور قبائلی اضلاع میں داخل ہوئے تھے، اگر اس بیان میں صداقت ہے تو پھر امارت اسلامیہ افغانستان کے بجائے مذکورہ افراد کا محاسبہ ہونا چاہئے۔ یہاں انصاف کا دامن کیوں چھوڑا جا رہا ہے؟

چھٹا سوال:

ماضی قریب کی بات ہے کہ خیبر ایجنسی کے علاقے تیراہ اور جنوبی اورشمالی وزیرستان میں کئی ڈرون حملے ہوئے، جن میں کئی عام شہری شہید اور زخمی ہوئے، میرعلی بازار پر فاسفورس بموں کا بے دریغ استعمال کیا گیا، اور بہانہ یہ تراشہ گیا کہ یہاں دهشت گرد موجود تھے، اسی طرح لکی مروت، میانوالی، گنڈاپور، ٹانک، بنوں، صدہ، ایف آر پشاور، پشاور، مردان، دیر اور شانگلہ میں مجاہدین آزادانہ گھومتے پھرتے ہیں، یہ مجاہدین بھی اس قدر کثیر تعداد میں افغانستان سے داخل ہوئے اور سینکڑوں کلومیٹر کا فاصلہ آرام سے طے کر کے حساس علاقوں میں داخل ہوئے، اور نمبر ون انٹلی جنس اداروں کو کوئی خبر نہ ہوئی؟ کیا تحریکِ طالبان پاکستان کے مجاہدین جنات ہیں کہ ان اداروں کو کوئی خبر نہیں ہوتی؟

اصل بات یہ ہے کہ ریاستی ادارے بے تحاشہ مظالم ڈھانے والے اورعوام کی جان ومال کے محافظ ہونے کے بجائے ان کی جان، مال اورعزت کے لٹیرے بن چکے ہیں اور قوم کی معدنیات اور زخائر پر قابض ہونے کے باعث فوج اپنی ساکھ کھو چکی ہے اور ہر گھرانے کے چند افراد اس عزم کے ساتھ ٹی ٹی پی کی صفوں میں شامل ہوچکے ہیں کہ یہ لٹیرے اب ڈنڈے کے بغیر کسی اور زبان کو سمجھنے والے نہیں، اس وجہ سے ٹی ٹی پی کی صفوں میں آئے دن ترقی ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ جو ان کی کامیابی اور منزل تک رسائی میں ممد اور معاون ثابت ہوگی۔

مزید سوالات بھی اٹھائے جا سکتے ہیں، مگر کیا کیا جائے، جو حق کے متلاشی ہوتے ہیں ان کی تسلی کے لئے ایک یقینی دلیل بھی کافی ہوجاتی ہے، مگر ضدی اور ناسمجھ کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خطے کو امن کا گہوارہ بنا دے، اور اس خطے کو اسلامی بہاروں سے مزین فرما دے۔ آمین یارب العالمین۔

ٹرمپ، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن

تحریر: احمد منصور

ٹرمپ ایک ایسے وقت میں اپنا دوسرا دور شروع کر رہا ہے جب کہ اس کے ملک کو بڑے چیلنجز کا سامنا ہے، اس بار دنیا کو نہیں، امریکہ کو فکر ہونی چاہیے کہ ہم کیا کرنے جا رہے ہیں؟ یہ لوگ مشرق سے حقیقی معنوں میں مقابلے کی فضا میں داخل ہوچکے ہیں۔

تفصیل میں جانے سے پہلے، ہم حالیہ امریکی انتخابات کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں مروج انتخابات صرف نمائشی ہوتے ہیں، اس لیے پہلے درجے کے ممالک انہیں میڈیا اور زمینی طور پر سنجیدگی سے لیتے ہیں، یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں اور عوام کے پسندیدہ نظام اسی طرح نافذ ہوتے ہیں۔

جبکہ صدر پہلے سے منتخب ہو چکا ہوتا ہے، صرف عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے یہ تمام مراحل طے کروائے جاتے ہیں، حالیہ امریکی انتخابات نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ بظاہراپنے آپ کو حقوق نسواں کا چیمپئن کہلوانے والوں اور مساوات مرد و زن کا نعرے لگانے والوں کا عمل خود بھی خواتین کے حوالے سے امتیازی سلوک پر مشتمل ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ امیدوار کاملا ہیرس کامیاب کیوں نہیں ہوئی؟ جب کہ صورتحال یہ ہے کہ گذشتہ پوری تاریخ میں مرد صدور کا تجربہ ہو چکا ہے، لہذا اب خاتون صدر کا انتخاب ہونا چاہیے تھا، یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر سیاسی تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ امریکہ خواتین کی حکمرانی کا قائل نہیں، نہ ہی خواتین کی اس پوزیشن کے قائل ہیں جس کے بارے میں وہ میڈیا میں وقتاً فوقتاً بیانات دیتے ہیں۔

خیر، موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ٹرمپ کیسے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی صورتحال سے دوچار ہوا ہے؟ وہ اس طرح کہ انتخابات میں جیت سے پہلے اور بعد میں ٹرمپ نے ایسے بیانات دیے ہیں کہ عمل اور خاموشی دونوں ہی انہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ جیسے فلسطین، لبنان اور یوکرین میں جنگیں ختم کرنے اور بگرام پر دوبارہ قبضہ کرنے کے دعوے۔

اگرٹرمپ مشرق وسطیٰ کے تنازعات ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ واضح ہے کہ وہاں طاقت کا آپشن بے اثر ثابت ہوا ہے، لہذا وہ پرامن طریقوں سے جنگ کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا، یہ بھی بہت مشکل ہو گا کیونکہ حماس اپنے مطالبات سے دستبردار ہونے کے لیے بالکل تیار نہیں، اسی طرح نیتن یاہو بھی حماس کے مطالبات تسلیم کرنے کو اپنی شکست سمجھتا ہے۔

اسی طرح یوکرین اور روس کا معاملہ کسی حد تک فلسطین کے معاملے سے ملتا جلتا ہے، روس کسی بھی لحاظ سے یوکرین سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں کیونکہ اگر روس یوکرین سے دستبردار ہوتا ہے توخطے میں اس کا دبدبہ ختم ہوجائے گا، اسی طرح یوکرین اپنی دفاعی حیثیت سے ہاتھ نہیں دھو سکتا، ہاں، یوکرین اور روس کے درمیان جنگ روکنے کا ایک طریقہ ہے، وہ یہ ہے کہ اگر امریکہ کی جانب سے یوکرین کو دی جانے والی تمام

امداد بند ہو جائے۔

مختصراً یہ کہ درج بالا مسائل امریکہ کے لیے بہت پیچیدہ ہیں، ان دونوں جگہوں میں سے اگر ایک جگہ بھی امریکہ ناکام ہواتو دوسری جگہ اس کی ناکامی یقینی ہے۔

بگرام پر قبضے کے دعوے:

اس موضوع کا جائزہ لینے سے پہلے ہمیں اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ امارت اسلامی ماضی کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور منظم اندازسے عسکری، سیاسی اورثقافتی میدان میں اتری ہے، پوری دنیا کو انہوں نے باور کروایا کہ ترقی اور کامیابی کا مدار تمام دنیا سے اچھے تعامل اورمضبوط معاشی پالیسیوں پر ہے، بالفرض اگر ٹرمپ اپنی مہم کے دوران کیے جانے والے دعووں اور وعدوں کو عملی جامہ پہنانا چاہے تواسے یقینی طور پردو نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

1. عملی طور پر، یہ دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی ہوگی، جس سے نہ صرف دنیا میں امریکہ کی پوزیشن کو نقصان پہنچے گا، بلکہ یہ عمل اس بات پر مہرتصدیق ثبت کردے گا کہ امریکہ قابل اعتبار نہیں ہے۔
2. ایسا کرنے سے ٹرمپ مشرقی بلاک کو مضبوط کرے گا۔

افغانستان سے فراری جمہوری افراد کہتے ہیں کہ ٹرمپ اپنے دعوے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ماہانہ ۴۰ ملین کی امداد روک سکتا ہے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس صورت میں بھی امریکہ کو نقصان اٹھانا پڑے گا، کیونکہ اگر یہ امداد افغان عوام کے لیے ہے تو اس کے روکے جانے پردنیا کا امریکی انسانی حقوق کے نمائشی دعؤوں پر شک یقین میں بدل جائے گا۔

ان فراریوں کے مطابق جب مذکورہ امداد طالبان کے پاس آئے گی تو امریکی حکومت کو اپنے ہی لوگوں کی طرف سے سخت ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن حقیقت میں مذکورہ امداد کی بندش سے امارت اسلامی پر اس حد تک کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا جتنا اس معاملے میں مخالفین کا خیال ہے۔ ہاں اس فیصلے سے امریکہ اپنے مخالف بلاک میں مزید اضافہ کرے گا۔

مختصر یہ کہ امارت اسلامی نے ماضی سے بہت کچھ سیکھا ہے، اس کی متوازن پالیسی، سیاسی دانشمندی اور مکالمے کی استعداد نے مخالفین کے تمام ہتھکنڈوں کو ناکام بنا دیا ہے، لیکن امریکہ نے اپنی جنگی پالیسیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ حالات میں ٹرمپ/امریکہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی مصداق ہے کہ اپنی ہی پالیسیوں کے دلدل میں آخر کار پھنس جائیں گے۔

ہر شر کی جڑیں آپ تک پہنچتی ہیں

تحریر: عبدان صافی

پاکستان کے سرکاری اہلکار اور سفارت کار روزانہ بین الاقوامی میڈیا سے بات چیت میں بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے افغانستان پر الزام تراشی کرتے ہیں، اور ان کا واضح اور واحد مقصد امارت اسلامی اور افغانستان کو بدنام کرنا ہے۔ اگر پاکستانی حکام کے ان اقدامات کے پس پردہ چھپے عوامل کا جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس سب کے پیچھے پاکستان کی داخلی سیاسی، سماجی اور معاشی بدحالی ہے، جس نے پاکستانی حکام کو پریشان کر دیا ہے۔ اس بدتر حالات میں انہیں سمجھ نہیں آ رہی کہ اپنے لوگوں کو کیسے مطمئن کریں، کیونکہ عوام ان کے جھوٹے وعدوں سے تنگ آ چکے ہیں اور ان پر مزید بھروسہ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اسی لیے وہ اپنی ناکامیوں کا الزام افغانستان پر ڈال رہے ہیں۔

چند دن پہلے ایک پاکستانی سفارت کارآصف درانی نے میڈیا چینل سے گفتگو میں ایک بار پھر افغانستان کے الزامات کو دہرایا، جو نہ صرف حقیقت سے دور تھے بلکہ پاکستان کے ناجائز مطالبات کے تسلسل پر مبنی تھے۔ آصف درانی نے اپنی باتوں میں کہا کہ افغانستان ' تحریک طالبان پاکستان کے جنگجوؤں کو پاکستان کے حوالے کرے تاکہ مسئلہ حل ہو جائے۔

محترم آصف درانی صاحب ! تحریک طالبان پاکستان کے جنگجوؤں کا افغانستان میں کوئی وجود نہیں ہے، بلکہ وہ وزیرستان، خیبر اور مومند کے پہاڑوں، دیہاتوں اور گلیوں میں موجود ہیں، جہاں آپ انہیں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ وہاں آپ کو نہ ملے تو پھر آپ انہیں پشاور، کوئٹہ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک کے شہروں میں تلاش کریں، کیونکہ وہ چھپے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ان کے تو وہاں پر مراکز موجود ہیں۔ اگر کہا جائے کہ وہ آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں تو یہ مبالغہ نہیں ہوگا۔

درانی صاحب ! دنیا کو یہ کیوں نہیں بتاتے کہ آپ اپنے گھر کی حفاظت میں ناکام ہیں؟ آپ شاید اس لیے نہیں بتاتے کیونکہ آپ کی جنگ آپ کے اپنے ہی لوگوں سے ہے جو آپ کے ہر قدم سے بخوبی واقف ہیں اور آپ ان کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہے ۔ اپنی ناکامی کا الزام دوسروں پر ڈالنا درحقیقت اپنی ناکامی کا اعتراف ہے اور اپنی ذمہ داری سے فرار کے مترادف ہے۔

اپنی گفتگو کے دوران آصف درانی نے افغانستان میں لوگوں کے حقوق کا بھی ذکر کیا، لیکن وہ اس بات پر خاموش رہے کہ وہ حقوق جن کا وہ افغانستان کے لوگوں کے لیے مطالبہ کر رہے ہیں، کیا وہ خود پاکستان کے اپنے لوگوں کو دیے جا رہے ہیں؟ وزیرستان سے لے کر بلوچستان تک پاکستان میں کمزور اور محکوم اقوام پر کیا گزر رہی ہے؟ کیا خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے لوگوں سے جینے کا حق نہیں چھینا گیا؟ کیا ان کے گھر ریاستی طاقت ذریعے زبردستی تباہ نہیں کیے گئے؟ ان کے وسائل نہیں لوٹے گئے ؟ کیا آپ نے اپنی معاشرے کو نسلی اور مذہبی بنیادوں پر تقسیم نہیں کر دیا؟ اگر آپ اپنی باتوں میں سچے ہیں تو افغانستان کے لوگوں کو

حقوق دینے کے بجائے اپنے لوگوں کو ان کے حقوق دیں، کیونکہ افغانستان میں اب ایک خالص اسلامی نظام قائم ہو چکا ہے جو ہر شخص کے مال، عزت اور حقوق کا دفاع کر سکتا ہے اور بخوبی کر رہا ہے، الحمدللہ۔

آصف درانی نے اپنے الزامات میں مزید کہا کہ افغانستان میں دہشت گرد گروہ موجود ہیں جو دنیا کو ایک اور نائن الیون جیسا خطرہ پیدا کر سکتے ہیں، اور اس سلسلے میں انہوں نے خاص طور پر داعش خراسان کا ذکر کیا۔۔۔ اور کیوں نہ کرتے، کیونکہ داعش خراسان تو ان کا اپنا پروکسی گروپ ہے، جس کا پاکستانی حکام بین الاقوامی میڈیا میں ذکر کرتے ہیں تاکہ داعش کو بڑھا بنا کر پیش کرسکیں۔

یہ حقیقت اب عیاں ہو چکی ہے کہ داعش خراسان کے جنگجو اور رہنما بلوچستان، خیبر، باجوڑ اور دیر کے علاقوں میں رہائش پذیر ہیں اور وہاں پر ان کے مراکز ہیں، جہاں وہ پاکستانی فوج کی میزبانی میں ان کے گیسٹ ہاؤسز میں اپنی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور پھر انہیں افغانستان اور خطے کے دیگر ممالک میں عملی جامہ پہناتے ہیں۔ اگر آصف درانی کے بیانات اور ایک اور نائن الیون کی پیشین گوئیوں کو دیکھیں تو ایسا لگتا ہے کہ پاکستان اپنی پروکسی گروپ داعش خراسان کے ذریعے کسی بین الاقوامی بحران کو جنم دینے کی کوشش میں ہے، اور آصف درانی کے ذریعے ذہن سازی کر رہا ہے۔ لیکن لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس بار اگر کچھ ہوا تو اس کی جڑیں پاکستانی فوج کے گیسٹ ہاؤسز میں ہوں گی اور اس کے معمار پاکستانی فوج کے جرنیل ہوں گے۔

اے پاکستانی ریاست!

تمہاری گرتی ہوئی دیواروں کے سائے میں ظلم پنپتا ہے، تمہاری سازشوں کے بوجھ تلے حق دبایا جاتا ہے، اور تمہارے ہاتھوں پر بے گناہوں کا خون ہے۔ ہر فتنے، ہر فریب اور ہر جبر کی جڑیں تمہاری گلیوں سے ہو کر گزرتی ہیں۔ لیکن یاد رکھو! ظلم کی رات کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو، سحر ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

پاکستان امریکہ مشترکہ فوجی مشقیں!

تحریر :شمس الدین شہیر

گزشتہ تین سالوں میں، شہباز شریف کے دوسرے دورِ حکومت تک، پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کشیدہ رہے، افغانستان میں امریکہ کی شکست کا اثر اس کے پاکستان کے ساتھ تعلقات پر بھی پڑا، کیونکہ افغانستان پر حملے کے لیے پاکستان نے اپنی فضائی اور زمینی حدود اور سرزمین امریکہ کے حوالے کر رکھی تھی، اور افغانوں کو قتل کرنے کے کھیل میں پاکستانی حکومت نے خوب نفع کمایا اور اس انتشار سے اپنے مفادات حاصل کیے۔

تاہم رواں سال فروری ۲۰۲۴ء کے انتخابات اور مارچ میں شہباز شریف کی نئی مخلوط حکومت کے آنے کے ساتھ ہی شریف نے امریکہ کے ساتھ پرانے تعلقات اور دوستی کی تجدید کی کوشش شروع کی۔

مذکورہ ملک کے آرمی چیف عاصم منیر نے امریکہ کا ۱۲ روزہ دورہ کیا، اور امریکی فریق کے ساتھ جامع اور تعمیری مذاکرات کیے تاکہ مردہ حال معاشی، سیاسی اور سکیورٹی صورتحال کے لیے چندہ اور ملک کے لیے دوسروں کی بربادی کے نئے منصوبے حاصل کر سکے۔

پاکستان، جس کی سکیورٹی صورتحال دن بدن ابتر ہوتی جا رہی ہے، معاشی صورتحال کی ناکامی اور بحرانی صورتحال سے نکلنے کے لیے اور اس کے علاوہ سکیورٹی صورتحال پر قابو پانے کے لیے امارت اسلامیہ افغانستان پر دباؤ ڈالنے کے حوالے سے امریکہ اور تاجکستان سے داعشی خوارج کے منصوبے کو اپنانے پر رضامند ہو گیا۔

ان تینوں ممالک کے درمیان گرمجوشی کا آغاز شہباز شریف کی حکومت میں ہوا۔ امریکہ کے محکمہ خارجہ کے ایشیا کے لیے قائم مقام انڈر سیکریٹری جان بس اور دیگر نے پاکستان کے دورے کیے، اس کے علاوہ کراچی میں امریکہ اور پاکستانی فورسز کے درمیان بحری مشقیں بھی ہوئیں۔ دوسری جانب پاکستان نے گزشتہ ماہ "عزمِ استحکام آپریشن" کا اعلان کیا اور اعلان کے ایک ہفتہ بعد پنجاب میں امریکہ کے ساتھ مشترکہ فوجی مشقیں بھی کیں، جو گزشتہ روز پاکستانی فوج کی دو ہفتوں کی تربیت اور مختلف شعبوں مں تعلیم کے بعد اختتام کو پہنچیں۔

پنجاب اس کے ذریعے خطے کے ممالک ایران، چین اور روس کو یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ وہ ہمارے درمیان تعاون اور خطے میں بڑے منصوبوں اور مشترکہ تعاون کے نفاذ میں رکاوٹیں اور چیلجنز پیدا کر سکتا ہے۔

اسی دوران چار روز قبل پاکستان کے وزیر اعظم شہباز شریف نے تاجکستان کے صدر سے ملاقات کی، انہوں نے افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف مشترکہ جدوجہد اور افغانستان میں ایک جامع حکومت کے قیام پر زور دیا۔

کس دہشت گردی کی وہ بات کر رہے ہیں؟ خود تاجکستان داعشی خوارج کو بھرتی کر رہا ہے اور پاکستان انہیں محفوظ پناہ گاہیں فراہم کر رہا ہے۔

امریکہ اور پاکستان کی خطے کے لیے مشترکہ فوجی مشقیں اور بالخصوص ڈیورنڈ کی فرضی لائن پر بد امنی سے ان ممالک کو ایک پیغام دینا مقصود ہے کہ جو امارت اسلامیہ افغانساتن کے ساتھ عمومی تعلقات اور مشترکہ تعاون کرنے کے خواہشمند ہیں۔

وہ نہیں چاہتے کہ افغانستان میں ایک اپنے پیروں پر کھڑی مضبوط مرکزی حکومت قائم ہو اور امریکہ بھی اس کی اجازت نہٰں دیتا کہ ایشیا میں جغرافیائی لحاظ سے اہمیت کے حامل افغانستان کا اقتدار اور تعلقات اپنے سابق حریفوں (روس، چین اور ایران) کے لیے چھوڑ دے۔

پاکستانی حکومت اور فوج نے امریکہ کے ساتھ مل کر خود کو اس کے فرنٹ لائن اتحادی کے طور پر پیش کیا ہے، جہاں مشترکہ فوجی مشقیں اسلام اور اسلامی قوتوں کے خلاف ایک منظم حکمت عملی کا حصہ ہیں۔ یہ اتحاد نہ صرف پاکستان کی خودمختاری اور اسلامی تشخص کے خلاف ہے بلکہ مسلمانوں کی جدوجہد کو بھی دبانے کی ایک کوشش ہے۔

جب پاکستان میں غیور مسلمان اس ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں، تو حکومت اور فوج بجائے اپنی پالیسیوں کا جائزہ لینے کے، مجاہدین اور اسلامی قوتوں کو ہدف بنا کر مزید مسائل پیدا کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہادی تنظیموں کے خلاف جنگ صرف ایک بے سود کوشش بن کر رہ جاتی ہے، کیونکہ اصل چیلنج بیرونی طاقتوں کے ساتھ کیے گئے معاہدوں اور داخلی پالیسیوں میں چھپا ہوا ہے۔

سائبر جنگ: تخیلات سے حقائق تک!

تحریر: منصور احمدی

اس مضمون میں ہم پہلے سائبر حملوں کی مختلف تعریفیں بیان کریں گے، دوسرے حصے میں ہم مختصراً اس جنگ کی تاریخ کا جائزہ لیں گے اور آخر میں اسرائیل کے لبنان کے خلاف کیے گیے سائبر حملوں کے مقاصد کو بیان کیا جائے گا۔

درحقیقت ورچوئل وار یا سائبر وار جنگ کی وہ قسم ہے جس میں جنگ کے دونوں فریق کمپیوٹر نیٹ ورک کو ایک ذریعے کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور جنگ کو ورچوئل اسپیس میں جاری رکھتے ہیں۔

ڈیجیٹل یا ورچوئل جنگ سب سے نئی تکنیک ہے جس کے ذریعے مختلف ممالک اپنی طاقت و قوت دکھانے اور دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس سے کام لے رہے ہیں، اس شعبے میں الیکٹرانک سیکورٹی، الیکٹرانک سپورٹ اور الیکٹرانک حملے اہم اقدامات ہیں۔

لغوی معنی کے لحاظ سے مختلف زبانوں میں ''سائبر'' کو مجازی اور غیر محسوس کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، سائبر ماحول کی تعریف بھی اس طرح کی گئی ہے:

وہ مجازی اور غیر محسوس فضا، جو بین الاقوامی نیٹ ورکس میں موجود ہے۔

اس فضا میں افراد، ثقافتوں، قوموں، ملکوں اور زمین کے بارے میں تمام معلومات موجود ہیں اور ہر چیز جو جسمانی طور پر زمین پر موجود ہے اس کے بارے میں تمام معلومات ڈیجیٹل طور پر صارفین کے لیے قابل رسائی ہیں اور یہ سائبر سپیس کمپیوٹر اور بین الاقوامی نیٹ ورکس کے ذریعے جڑا ہوا ہے۔

ٹیکنالوجی میں ترقی کی رفتار اتنی بڑھ گئی ہے کہ کبھی کبھی اس کی انتہا تک پہنچنا ناممکن معلوم ہوتا ہے، دوسری طرف سافٹ ویئرز ہماری زندگیوں میں اتنے دخیل ہوچکے ہیں کہ یہ ہماری روزمرہ کی سرگرمیوں کو متاثر کر رہے ہیں۔

سائبر سیکورٹی کی اہمیت کو سیکورٹی کی حالیہ خلاف ورزیوں میں دیکھا جا سکتا ہے جو 'یاہو' سے لے کرامریکہ کے ڈیپارٹمنٹ آف ٹریژری تک پیش آچکی ہیں، ان میں سے ہر حملہ غفلت اور حفاظتی طریقہ کار پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب ہوا، ان اداروں کو مالی اور معنوی لحاظ سے ناقابل تلافی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ دنیا میں سائبر حملوں کی سطح میں کسی بھی طرح کمی نہیں آئی، تمام ادارے چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے آئے روز حملوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ جس کا مقصد حساس معلومات کو چرانا یا ان کے کاموں میں خلل ڈالنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی نے بہت سے مفید مواقع پیدا کیے ہیں، لیکن اس رفتار کے نتیجے میں کچھ مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں ، جسے سنبھالنے کے لیے درست حکمت عملی کی ضرورت ہے، آج سائبر ٹولز کے بارے میں عوامی بیداری میں اضافہ ہوا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ

یہ ٹولز تخریبی پہلو بھی ساتھ لیے ہوئے ہیں، جس سے اس کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے۔
یقین کرنا مشکل ہے کہ ورچوئل وار اور ورچوئل ہتھیار صرف اور صرف ایک نظریہ تھا، جس کا تعلق سکیورٹی ماہرین سے تھا اور ۲۰۰۹ء تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ صرف جرائم پیشہ افراد ہی تخریبی مقاصد کے لیے پروگرام بناتے ہیں جن کا مقصد مالی فوائد کا حصول ہے نہ کہ دوسرے ممالک کے راز چرانا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ دیگر مقاصد تک پہنچ چکا ہے۔

لبنان کے خلاف اس جنگ میں اسرائیل کا مقصد:

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ سائبر وار عسکری جنگ سے زیادہ خطرناک ہے اور کسی بھی فوجی حملے میں کمانڈ اینڈ کنٹرول سنٹرز پر حملے کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ لہذا خبروں اور معلومات کے مطابق حقیقت یہ ہے کہ لبنان میں مقیم گروہ اسرائیل کے خلاف سائبر حملے کرنا چاہتے تھے۔
لبنان کی حزب اللہ تنظیم نے اپنے کارکنوں کو موبائل فون سے دور رہنے کا حکم دے رکھا تھا کیونکہ سائبر حملوں کا پہلا ہدف عام موبائل فون ہیں، یہ کام کرنے کے بعد انہوں نے اگلے مرحلے یعنی آپس میں رابطوں کے لیے متبادل تلاش کرنا تھا، کیوں کہ کمانڈ اینڈ کنٹرول میں کمیونیکیشن بہت ضروری ہے۔
یوں ہی ہوا کہ اس گروپ نے چند ماہ قبل نئے پیجرز خریدے تھے، جو تمام جنگجوؤں میں تقسیم کیے گئے تھے، اسرائیل نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور پیجرز پرایسی زبردست فریکوئنسی بھیجی کہ ان کی بیٹری لیول اس قدر بڑھ گئی کہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں موجود پیجرز پھٹ گئے۔

ایسے حملوں کے برے نتائج:

درحقیقت مختلف ممالک میں اس طرح کے حملوں کا ہونا ظاہر کرتا ہے کہ تکنیکی آلات کی کوئی سیکیورٹی نہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہوا کہ یہ اوزار جنگ کے لیے اہم ذرائع ہیں۔
ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا اس ٹیکنالوجی کے خلاف کھڑی ہو، اسے عوام کو قتل کرنے کے بجائے ان کی خدمت اور فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جائے، ضروری ہے کہ یہ جنگ مزید نہ پھیلے۔
لبنان میں ہونے والی ہلاکتیں صرف لبنان تک محدود نہیں تھیں بلکہ شام تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اگر دنیا اس معاملے پر خاموش رہی تو یہ جنگ قانونی شکل اختیار کر لے گی اور پوری دنیا اسے استعمال کرے گی، آخر کار اس سے کوئی جگہ محفوظ نہیں رہے گی، کیونکہ ٹیکنالوجی خاص کر نئی ٹیکنالوجی کے استعمال کی ہر جگہ ضرورت ہے لیکن اگر ٹیکنالوجی جنگ کا ہتھیار بن گئی تو پھر دنیا میں امن و سلامتی کے لیے کچھ نہیں بچے گا۔

امارت اسلامی کی اعتدال پسند سیاست!

تحریر: احمد عابد

افغانستان ایک عظیم تاریخ اور اسلامی و ثقافتی اقدار کا حامل ملک ہے، ہمیشہ ایسی سیاست کا متقاضی ہے جو نہ صرف دینی اصولوں کا تحفظ کرے بلکہ عالمی برادری کے ساتھ مثبت تعلقات قائم کرنے کے لیے بھی سازگار ماحول فراہم کر سکے۔

اس وقت امارت اسلامی کی معتدل پالیسی درحقیقت ان دونوں ضروریات کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش ہے، جو شرعی اصولوں اور ملک کی اسلامی شناخت کے تحفظ پر زور دینے کے ساتھ ساتھ افغانستان کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی چیلنجز کو حقیقت پسندانہ نقطہ نظر سے منظم کرنے کی کوشش کر رہی ہے، یہ پالیسی درج ذیل بنیادوں پر مبنی ہے:

1 اسلامی اقدار کا احترام:

امارت اسلامی اس بات کو یقینی بنانے پر زور دیتی ہے کہ تمام قوانین اور ضوابط اسلامی شریعت کی بنیاد پر ہوں، اسلامی اقدار کا تحفظ اس پالیسی کا بنیادی اصول ہے جو تمام حکومتی اور سماجی پہلوؤں میں ظاہر ہے، تمام قوانین اسلامی فقہ کی روشنی میں ترتیب دیے گئے ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ قرآن کی ہدایات اور نبوی سنت کے خلاف کسی بھی قسم کی مخالفت نہ کی جائے۔

2 دینی شناخت کی مضبوطی:

امارت اسلامی لوگوں کی دینی شناخت کو مضبوط بنانے کے لیے کام کر رہی ہے، یہ کام قرآن کی تعلیمات، اسلامی اصولوں کے فروغ اور دینی تعلیمات کی ترقی کے ذریعے کیا جا رہا ہے، دینی مدارس اور اسلامی علوم سے متعلق ادارے امارت کی تعلیمی ترجیحات میں شامل ہیں۔

3 سماجی انصاف:

امارت اسلامی کے مطابق، انصاف اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے، اسی اصول کی بنیاد پر کوشش کی جاتی ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات کے حقوق محفوظ رکھے جائیں اور ہر قسم کے ظلم اور امتیاز کو ممنوع قرار دیا جائے۔

4 امن وامان اور داخلی نظم کا تحفظ:

امارت اسلامی نے پورے ملک میں امن قائم کرنے اور بدامنی کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں، یہ مسئلہ عوام اور حکومت کے درمیان اعتماد کو مضبوط کرنے کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

5 عالمی برادری کے ساتھ تعلقات:

امارت اسلامی اعتدال پر مبنی پالیسی پر زور دیتی ہے کہ افغانستان کو اپنے ہمسایہ ممالک اور عالمی برادری سے پُرامن تعلقات قائم کیے جائیں، اس کے لیے کوشش کی گئی ہے کہ انسانی حقوق، خواتین کے حقوق اور ان کی تعلیم کے حوالے سے عالمی تشویش کے جوابات شریعت کی روشنی میں دیے جائیں۔

عالمی برادری کے ساتھ تعلقات امارت اسلامی کی پالیسی کا بنیادی حصہ ہے، جس کا مقصد باہمی احترام کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنا اور مشترکہ مفادات حاصل کرنا ہے۔

امارت اسلامی اپنی قومی خود مختاری کی حفاظت کرتی ہے اور اسلامی اقدار کی پابند ہے، کوشش کرتی ہے کہ افغانستان کا موقف عالمی برادری میں دوبارہ متعارف کروایا جائے اور عالمی نظام کے دائرے میں ایک ذمہ دار اور فعال رکن کے طور پر پہچانا جائے۔

حقیقت میں امارت اسلامی اپنی اسلامی شناخت کے تحفظ کے لیے پُرعزم ہے اوراس بات کے بالکل مخالف ہے کہ مغربی اقداروروایات افغانستان میں زبردستی نافذ کی جائیں۔

6 علاقائی تعلقات کی مضبوطی:

ہمسایہ ممالک جیسے پاکستان، ایران، چین اور روس امارت اسلامی کی خارجہ پالیسی میں اہم ترجیحات رکھتے ہیں، تاہم یہ تعلقات سکیورٹی، تجارت اور آبی و توانائی کے وسائل کے انتظام پر مرکوز ہیں۔

7 قومی اتحاد کے لیے کوششیں:

امارت اسلامی کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ افغانستان کے مختلف قوموں اور قبیلوں کے درمیان اتحاد کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ داخلی تنازعات ختم ہوں اور قومی یکجہتی کو مضبوط بنایا جا سکے۔

امارت اسلامیہ کی سیاست شریعت کی روشنی میں اعتدال پر مبنی ہے، جو امن، انصاف اور فلاح کی ضمانت دیتی ہے۔ ان کی حکمت عملی کسی بھی قسم کے تشدد یا انتہاپسندی سے پاک ہے، اور وہ صرف اور صرف اسلامی اصولوں کے تحت ایک مستحکم معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ سیاست عوام کی فلاح اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے لیے ہے، جس میں کسی بھی نوع کی ظلم و جبر کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ امارت اسلامیہ کا مقصد ہر فرد کے حقوق کا تحفظ اور معاشرتی انصاف کی فراہمی ہے۔

گزشتہ بیس سالہ قبضہ اور اس کے منفی اثرات

تحریر: محمد وسیم ترین

جمہوریت کے قیام اور امریکہ کی آمد سے قبل، افغانستان کو کالونی بنانے کے لیے بہت کام ہو چکا تھا، حتیٰ کہ سوویت حملے کے دور میں بھی امریکہ کی یہاں آمد کے لیے زمین تیار کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔
امریکہ نے اس مقصد کی خاطر معاشی، عسکری، علمی، ثقافتی و سیاسی شعبوں میں ایسی ذہن سازی کی تھی کہ عالمی برادری ہر معاملے میں اچھی مثال دینے کے لیے امریکہ کا نام لیتی تھی۔
وقت گزرتا گیا، ۲۰۰۱ء کا سال آگیا، امریکہ نے نئی جنگ کا آغاز کر دیا، لیکن یہ جنگ پہلے کی جنگوں سے مختلف تھی ، یہاں ان کا شعار تھا کہ ان کے افکار اپنی مٹھی میں لے لو باقی زمین ان کے پاس رہنے دو کیونکہ اگر افکار پر اغیار کا قبضہ ہو جائے تو پھر زمین کی آزادی بے معنی ہو جاتی ہے۔ اس شعار پر عمل درآمد کی خاطر اس نے یہاں ریڈیو، ٹی وی، رسائل، کتب، اور مختلف ویب سائٹس تیار کیں اور علمی مقامات پر کام شروع کیا۔
یونیورسٹیز سے ایسی نسل فارغ التحصیل ہوئی، جو صرف مادی ترقی کو ہی سمجھتی تھی، اپنی طرف سے وہ تھیوری میں تو تربیت یافتہ تھی، لیکن کسی عملی کام کے قابل نہیں تھی۔ ایسے میں ان کی پوری کوششیں دھوکے اور فریب کے ذریعے مادی فوائد حاصل کرنے پر تھیں۔
اپنے مقصد کے حصول کے لیے امریکہ نے ہر قسم کی عیاشی و فحاشی کی سہولت فراہم کر رکھی تھی۔ اور فحاشی کی مثال تو ہم نے عملی طور پر دیکھ بھی لی کہ ملک کی ایک معتبر یونیورسٹی (امریکن یونیورسٹی افغانستان) سے فتح کے بعد درجنوں ہم جنس پرست فرار ہوئے اور انہوں نے یہ تسلیم بھی کیا کہ ہم اسی کام کی غرض سے یہاں رہ رہے تھے۔ البتہ کچھ مستثنیات بھی تھیں، بعض طلباء بہت اچھے مجاہدین بھی تھے اور اس منصوبے پر عمل درآمد روکنے کے لیے کوشاں تھے۔
وقت گزرتا گیا، حملہ آوروں نے عسکری شکست کھائی اور شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ لیکن ہمیں بعض ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جیسے:
بدترین تعلیمی نصاب، اس نصاب کے ذریعے نوجوانوں کی بری تربیت، اسلام کے نفاذ میں یہی تعلیم یافتہ نسل سب سے بڑی رکاوٹ، خراب ماحول جس میں بسنے والے صرف مادیت و شہوت پرستی ہی جانتے ہیں۔ یہی چیز ہے کہ نوجوانوں میں فحاشی کی بدولت غیرت و حمیت ناپید ہو جاتی ہے۔

پاکستان میں حالیہ بد امنی فوج کی ناکام پالیسیوں کا نتیجہ

تحریر: عبدان صافی

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جمہوری حکومت کے سقوط کے ساتھ ہی افغانستان کی امارت اسلامی نے ملک کے تمام شہروں، دیہاتوں، میدانوں، پہاڑوں پر اپنا مبارک اور امن کا سفید پرچم لہرایا اور ملک کے تمام طبقات کے درمیان اتحاد، یکجہتی اور اسلامی اخوت کا ماحول قائم کیا؛ ملک کے گوشے گوشے میں عوام نے اپنی فتح اورعالمی استعماری طاقتوں کی شکست اور زوال کے دن کو بہت خوشی سے منایا۔

امارت نے افغان نوجوانوں کو ملک کی تعمیر، ترقی اور از سرِنو بحالی کی امیدیں اور آرزوئیں بخشیں، جہاد اور محاذوں کے سپاہیوں نے بغیر کسی تاخیر اور آرام کے پورے ملک میں کلمہ طیبہ سے مزین پرچم کے زیرِ سایہ خالص شرعی نظام کے قیام کا اعلان کیا، ایسا نظام جس کا احیاء اسلامی خلافت کے سقوط کے بعد معاصر عالمی استبدادی کفری نظام کے ہوتے ہوئے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تمام وزارتیں فعال ہوگئیں اور اپنے روزمرہ کے کام اور خدمات معمول کے مطابق شروع کر دیں۔ اسی طرح فوجی شعبے میں تربیت یافتہ اسلامی فوج، انٹیلی جنس اور پولیس کے قیام کے عمل پر تیزی سے کام شروع کیا گیا۔ اب تین سال گزر چکے ہیں اور ہمارا ملک ایک منظم تربیت یافتہ فوج، انٹیلی جنس اور فعال محکمہ پولیس کا حامل ہے، جس کے بناء پر ملک کی سرحدیں، شہر، گاؤں اور بستیوں میں امن و امان قائم ہے۔

آج کسی کو یہ جرأت نہیں کہ وہ حکومتی نظام کے خلاف اعلانیہ بغاوت کرے اور موجودہ امن کی فضا کو نقصان سبوتاژ کرے، یہی نظام کی طاقت اور کامیابی کا بڑا راز ہے۔ تاہم ہدفی واقعات دشمن کی طاقت اور مضبوطی کا ثبوت نہیں ہیں، کیونکہ ہدفی قتل دنیا کے سب سے ترقی یافتہ ممالک جیسے امریکہ، روس، جاپان اور دیگر میں بھی وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں اور ان ممالک میں بھی بڑے حکومتی اہلکاروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ ممالک لاکھوں کی تعداد میں تربیت یافتہ فوج رکھتے ہیں اور ایسی تربیت یافتہ انٹیلی جنس قوت، وسائل اور مراکز رکھتے ہیں کہ جو ہر سال اپنے پورے ملک کا نصف بجٹ ان پر خرچ کرتے ہیں اور یہ وہ ممالک ہیں جو ہزار سالوں سے اپنے ملکوں میں جنگ وجدل نہیں دیکھ پائے۔

تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممالک کمزور ہیں اور اپنے دفاع کے قابل نہیں؟ یا پھر افغانستان کی امارت اسلامی جو پورے مغربی استعماری طاقتوں کو میدان جنگ میں خاک چٹاچکی ہے، اب ان بے ایمان اور اجرتی داعشی قاتلوں کے مقابلے میں شکست کھا گئی ہے؟ نہیں، نہیں، ایسا نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ خفیہ دشمن جس کی جنگ اور مزاحمت کھلے میدان میں نہ ہو اور ان کے مراکز معلوم نہ ہوں، جس کے جنگجوؤں اور سازوسامان کا اندازہ ممکنہ حد تک واضح نہ ہو، جس کے کسی علاقے کو قبضے میں لینے اور فتح کرنے کا ارادہ نہ ہو اور جس کے پاس اپنا ہدف مکمل کرنے کے بعد

اپنے تحفظ کے لیے کوئی محفوظ مقام نہ ہو تو اسے صرف ایک بے غیرت اور بزدل دشمن کہا جا سکتا ہے؛ اس دشمن کو اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق روکنا چاہیے، لیکن یاد رکھیں! ایسی بزدلانہ کاروائیاں کبھی بھی کسی حکومتی نظام کی قوت کو چیلنج نہیں کرسکتیں اور نہ ہی یہ پاکیزہ مقاصد کو حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ یا خلل ڈال سکتی ہیں۔

لہذا دنیا اور ہمسایہ ممالک کو چاہیے کہ وہ امریکا اور ان کے اتحادیوں کی شرمناک شکست سے عبرت حاصل کریں اور اب افغانستان میں اپنے غیرقانونی انٹیلی جنس مقاصد کے حصول کے لیے ایک بے مثال اسلامی نظام کو کمزور کرنے کے خواب دیکھنا چھوڑدیں۔

پاکستان میں حالیہ بدامنی اور انتشار کی جڑیں اس بات میں چھپی ہوئی ہیں کہ فوجی حکمت عملیوں نے ہمیشہ عوامی مفادات کو نظرانداز کیا اور بیرونی طاقتوں کے دباؤ کے تحت فیصلے کیے ہیں۔ پاکستان کی فوج نے جو داخلی اور خارجی پالیسی اختیار کی، اس نے نہ صرف ملک کی خودمختاری کو خطرے میں ڈالا بلکہ اسلامی اقدار اور عوامی فلاح کو بھی نقصان پہنچایا۔

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہر حکمران پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے احکام کے مطابق عوام کی فلاح اور خوشحالی کے لیے فیصلے کرے، نہ کہ غیر مسلم طاقتوں کی خواہشات کے مطابق۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"ایک بدترین حکمران وہ ہے جو عوام کی فلاح کے بجائے دشمنوں کی رضا کے لیے کام کرے۔"

پاکستان کی فوجی حکمت عملیوں نے ہمیشہ اسلام کے اصولوں اور عوام کے مفادات کو پس پشت ڈال کر غیر ضروری جنگوں اور مداخلتوں کو فروغ دیا، جس کا نتیجہ آج بدامنی کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ جب تک پاکستانی قیادت اپنی پالیسیوں کو اسلام کے اصولوں اور عوامی مفادات کے مطابق نہیں ڈھالے گی، ملک میں امن اور ترقی کا خواب محض ایک سراب ہی رہے گا۔

امریکہ میں امن وامان کے حوالے سے جھوٹی داستانیں!

تحریر: اعجاز ایمن

امریکہ اپنے آپ کو دنیا کا سب سے محفوظ ملک سمجھتا اور دیگر ممالک میں حالات خراب کرنے کی سازشیں کرتا ہے، اس نے اپنے ملک میں ہی دہشتگردوں کو پال رکھا ہے جن سے اپنے سیاستدانوں اور صدارتی امیدواروں کی حفاظت سے عاجز ہے۔

امریکہ کی سیاہ سیاسی تاریخ اور اپنے ملک کو امن کا گہوارہ باور کرانے کی کوششیں طشت ازبام ہوچکی ہیں کہ امریکہ دنیا سے سب سے غیر محفوظ اور خطرناک علاقہ ہے جہاں سیاسی راہنما اور وہ تمام افراد جو سیاسی میدان میں اظہار رائے کا حق رکھتے ہیں اپنی تمام تر احتیاطی تدابیر کے باوجود قاتلانہ حملوں کی زد میں ہیں۔

کبھی ان کے کانوں کو کاٹ دیا جاتا ہے اور کبھی ان کے سر اور گردنیں حملوں کا نشانہ بنتی ہیں۔

ان باتوں کا مقصد یہ ہے کہ امریکہ پوری دنیا میں امن بحال کرنے کا دعوی کرتا اور دہشتگردی کے نام پر دیگر ممالک کے اندرون خانہ معاملات میں مداخلت کرتا ہے مگر خود وہاں امن وامان کی صورتحال انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔

جس کی حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کے حوالے سے امن وامان کی خبروں میں کوئی صداقت نہیں، وجہ یہ ہے کہ تمام دنیا کا میڈیا ان کے قبضے میں ہے جس کے ذریعے وہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر امریکہ کو پرامن ترین جگہ قراردیتے ہیں۔

امریکہ میں حقائق اور میڈیائی کہانیوں کے مابین زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے، امریکہ کی حقیقت اور موجودہ حالت انتہائی خطرناک ہے جو زندگی گزارنے کے لیے ایک نامناسب ملک ہے، جہاں کا ماحول خوف و دہشت کی علامت بن چکا ہے لیکن زر خرید میڈیا اپنی من گھڑت کہانیوں میں اس خوف و ہراس کی سرزمین کو امن کی فاختہ باور کرواتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ امریکہ کے حوالے سے دو باتوں کے مابین غلطی کا شکار ہیں؛ امن وامان اور امن کا احساس۔۔۔

ہوسکتاہے کہ گذشتہ وقتوں میں امریکا ایک پرامن جگہ شمار ہوتی ہو؛ لیکن پرامن ہونے کا احساس کسی وقت بھی وجود میں نہ آیا کیونکہ وہاں کے باشندوں کو کبھی اس کا احساس ہوا اور نہ اب ہے۔

وہاں صرف ایک طبقے کو امن کا احساس تھا جو امریکہ کے سیاستدان تھے لیکن گذشتہ کچھ عرصے سے اس احساس کی بھی قلعی کھل گئی ہے لیکن اپنے ملک کو پرامن جگہ باور کرانے اور دیگر ممالک میں مداخلت کا جواز پیدا کرنے کے لیے جہاں امن کی فضا خراب ہے اس پروپیگنڈے کو وسیع پیمانے پر پھیلایا گیا کہ ”امریکہ محفوظ ہے“۔

ڈونلڈ ٹرمپ جو صدارتی امیدواروں میں شامل ہے، اسے سب سے زیادہ امن وامان کی خراب صورتحال کا

سامنا ہے، ہرطرف سے اس پر حملے کیے جا رہے ہیں، اس سب کے باوجود وہاں کے عہدیدار یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ وہ افغانستان و دیگر ممالک میں نام نہاد امن لانے کے بہانے وہاں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کریں۔

ایسی حالت میں ان سے سوال کیا جانا چاہیے کہ: آپ لوگ اتنے بے شرم کیسے ہوچکے ہو کہ اپنا عیب نظرنہیں آتا اور دوسروں کی خامیوں کی تلاش میں ہو؟

امریکہ کی موجودہ صورتحال خوف و دہشت کی علامت بن چکی ہے، ان کے حکمران کیسے اور کس طرح دیگر ممالک کے لیے امن وامان کی فضا بحال کرسکتے ہیں؟

امریکہ دنیا بھر میں اپنے آپ کو امن و امان کا علمبردار اور جمہوریت کا محافظ ظاہر کرتا ہے، لیکن حقیقت میں وہاں کے معاشرتی حالات اور داخلی مسائل اس کے دعووں کے برعکس ہیں۔ امریکہ میں نسلی امتیاز، پولیس تشدد، اور معاشی عدم مساوات کے سنگین مسائل موجود ہیں، جنہیں عالمی سطح پر چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

امریکہ کی حکومت اور میڈیا نے ہمیشہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہاں کا معاشرہ مکمل طور پر پرامن اور خوشحال ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہاں کی اقلیتی کمیونٹیز، خاص طور پر سیاہ فام، ظلم و جبر کا شکار ہیں۔ امریکہ میں ہونے والے مظالم اور سیاسی عدم استحکام کو چھپانے کے لیے جھوٹے پروپیگنڈے کا سہارا لیا جاتا ہے۔

امریکہ دنیا کا سب سے زیادہ غیر محفوظ ملک

تحریر: عثمان خالد

عام طور پر ''عدم تحفظ'' کا لفظ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کوئی دینی، اجتماعی، انفرادی اور سیاسی اعتبار سے محفوظ نہ ہو، جب کوئی معاشرہ، جغرافیہ اور ملک میں مذکورہ بالا حالت پیدا ہو جائے تو اسے غیر محفوظ خطہ تصور کیا جاتا ہے۔

دنیا میں بہت سے پرامن ممالک اور معاشرے پائے جاتے ہیں لیکن وہ ممالک جہاں سابق صدر مملکت اور انتخابات میں صدارتی امیدوار محفوظ نہ ہوں بلکہ قاتلانہ حملوں کی زد میں ہوں، ایسا ملک یا خطہ دیگر ممالک کی بنسبت غیر محفوظ ملک گردانا جاتا ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکا امن وامان کے اعتبار سے آج دنیا کا سب سے غیر محفوظ ملک ہے جو انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے خطروں سے دوچار تھا؛ اب سیاسی اعتبار سے بھی غیر محفوظ ہوچکاہے۔

کیوں؟

امریکہ کے سابق صدر پر یہ دوسرا قاتلانہ حملہ ہوا ہے، مگر امریکی حکام پوری ڈھٹائی سے اس صورتحال پر خاموش بلکہ ہر اعتبار سے پُرامن اسلامی ممالک کے حوالےسے دہشتگردی کا واویلا مچارہے ہیں۔

امریکہ نے عراق، صومالیہ، شام اور افغانستان میں لاکھوں معصوم عوام کو دہشتگردی کے نام پر قتل کیا، کویت کو صدام حسین سے دفاع کے نام پر ورغلایا، اب سعودیہ اور اپنے دیگر اتحادیوں کے لیے امن کی فضا سازگار بنانے کے لیے طفل تسلیاں دے رہا ہے، یہ سب کچھ ایسی صورتحال میں ہو رہا ہے جبکہ خود امریکہ میں ان کا صدر غیر محفوظ ہے۔

امریکہ میں آئے روز منشیات کی لت میں پڑ کر چوکوں، چوراہوں اور بازاروں میں عوام کا جینا دوبھر کیے ہوئے ہیں، وہاں ڈاکوؤں کے خوف سے کوئی چند سو ڈالر اپنی جیب میں نہیں رکھ سکتا۔

اس کے باوجود امریکہ دیگر ممالک میں دہشتگردی کے نام پر معصوم شہریوں کو قتل کرنے کے ساتھ ساتھ ان ممالک پر مسلط کردہ اپنے کارندوں کے ذریعے عوام کو یہ باور کروا رہا ہے کہ امریکہ ہماری معیشت، اقتصاد اور ہماری ترقی کے لیے کوشاں ہے، لہذا وہ ہمارا ہمدرد اور خیرخواہ ہے۔

فصل پنجم
مختلف تحریریں

جبہہ شر و فساد اور داعش کے درمیان مشترک وجوہات

تحریر: شہاب مایار

عام طور پر دو گروہوں کے درمیان دوستی ان کے درمیان پائی جانے والی مشترکات کی بنا پر ہوا کرتی ہے۔ یا تو ان کے درمیان مشترکہ وجوہات ہوتی ہیں یا مشترکہ مفادات۔ داعشی فتنہ گروں اور جبہہ شر و فساد کی بھی کچھ مشترکہ وجوہات اور کچھ مشترکہ مفادات ہیں۔

ان کی مشترکہ وجہ ایک تو تخیلاتی خراسان ہے، صوبہ خراسان انہوں نے اپنے تخیل میں تشکیل دیا، جس کا زمین پر کوئی وجود نہیں، یہ لوگ زمینی حقائق اور عقلی دلائل کی بجائے ہوئی سوچ کے مالک ہیں، کیونکہ ماضی میں خراسان ماوراء النحر، بخارا، افغانستان اور اباسین تک سرزمین تھی جو بغداد کی خلافت کے زیر انتظام تھا۔

یہ لوگ صرف افغانستان میں خراسان کے لیے کیوں اٹھتے ہیں؟ خراسان میں تو ایران، تاجکستان اور پاکستان بھی شامل تھے۔ یہ ایران میں کیوں نہیں اٹھتے؟ تاجکستان میں مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟ پاکستان میں جمع کیوں نہیں ہوتے؟ وہ صرف افغانستان میں ہی خراسان کیوں تلاش رہے ہیں؟

یہ وہ سوال ہے جو اس منصوبے کے اہداف کا پردہ چاک کرتا ہے۔ ان کی جنگ کے پیچھے مغربی انٹیلی جنس اور علاقائی ممالک کے اسٹریٹیجک اہداف چھپے ہیں۔

اور یہ مغربی اور علاقائی لالچیوں کے پراکسی گروپ ہیں، اور ان کی اسٹریٹیجک ڈیپتھ حکمت عملی کا حصہ ہیں:

1. علاقائی ممالک کا مفاد یہاں نظام کی عدم موجودگی میں ہے۔
2. وہ چاہتے ہیں کہ کمال خان، سلما اور فراہ ڈیم اور آبی زخائر تباہ ہو جائیں۔
یہاں ان کا اثر و رسوخ قائم رہے۔
3. ہماری پیداوار اور پورٹس ان کے کنٹرول میں ہوں۔
4. یہاں ان کے پراکسی گروپس کا ڈی سنٹرلائزڈ نظام ہو جو افغانستان کو طوائف الملوکی اور کمانڈر بازی کے سانحات کے غم میں مبتلا کر دیں۔

سٹریٹیجک ڈیپتھ حکمت عملی کیا ہے؟

1. وہ چین، ایران، روس اور وسطی ایشیا کے ممالک کو دھمکانے کے لیے چاہتے ہیں کہ خطے میں عسکری گروہ ان کے ہاتھ میں ہوں۔
2. وہ افغانستان کے لیتھیم، پنجشیر کے زمرد اور بدخشاں کے لعل پر قبضہ کرنا، افغانستان کے زخائر و معدنیات کے مالی وسائل سے اپنے گوریلا گروہوں کو چلانا اور خطے میں اپنے حریفوں کو لگام ڈالنا چاہتے ہیں۔
3. مغرب اپنی جنگوں کو اپنے ممالک کی سرحدوں سے بہت دور منتقل کرنا چاہتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کے پیش نظر یہ لوگ مشترک وجوہات کی بنا پر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے پراکسی

جنگجو اور ایک بڑا اور مشترکہ منصوبہ ہیں جو کبھی مذہب کے نام پر اور کبھی ثقافت و تہذیب کے نام پر اپنی جنگیں لڑتے ہیں۔

مذہبی میدان میں داعش کے جنگجو موجود ہیں جبکہ ثقافت کے میدان میں جبہہ شر و فساد ہے، داعشی خوارج کو پراپیگنڈہ مواد حزب التحریر فراہم کرتی ہے۔ ان لوگوں کی ایک بڑی جنگ کے لیے تربیت کی جا رہی ہے تاکہ ایک عظیم فتنہ اس مسلمان سرزمین پر نازل کیا جا سکے۔

وطن کے مسلمان اور ہمدرد بیٹوں کو چاہیے کہ اپنی تمام چھوٹی موٹی رنجشیں ایک طرف رکھیں اور اپنے اسلامی اور قومی مفادات کو مضبوطی سے تھام لیں تاکہ یہ عظیم سازش ناکام بنائی جا سکے۔

جبہہ شر و فساد، جس کی قیادت احمد مسعود کر رہا ہے، اور داعش دونوں نے اسلامی نظام کے خلاف بغاوت کی ہے۔ ان دونوں گروپوں کا مقصد اسلام کے اصولوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے مفادات کے لیے تشدد اور فساد پھیلانا ہے۔ دونوں گروہ قومیت اور علیحدگی کی بنیاد پر لڑ رہے ہیں، جس سے مسلم امت میں تفرقہ اور انتشار پیدا ہو رہا ہے۔

یہ گروہ اسلامی سیاست کو مسترد کرتے ہوئے اپنے ذاتی مفادات کو مقدم رکھتے ہیں، جس کا نتیجہ مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی اور عالمی سطح پر اسلام کی ساکھ کو نقصان پہنچنے کی صورت میں نکلتا ہے۔

انسانی خداؤں سے باغی قوم: آزادی تمہیں مبارک ہو!

تحریر: احمد منصور

خلافت عثمانیہ کے بعد سے مشرق اور مغرب کی باطل سلطنتوں نے ہر ملک پر بلواسطہ یا بلاواسطہ حملہ کیا اور پھر وہاں سے چلے بھی گئے، لیکن ان کے اثرات باقی رہ گئے۔ جیسے برصغیر ابھی تک انگریزوں کے زیر اثر ہے، ترکی میں مغرب کے ایجنٹ اتاترک کے باطل نظریات کے اثرات آج بھی موجود ہیں، اور تاجکستان آج بھی روس کی کالونی ہے وغیرہ۔ لیکن افغانستان وہ واحد ملک ہے کہ جس نے نہ تو ان طاقتوں کے ایجنٹوں کو یہاں وقت دیا، نہ ہی ان کے وجود کو یہاں تسلیم کیا اور نہ ہی ان کے نظریاتی حملوں سے متاثر ہوا۔ اس کے برعکس ان کے خلاف ایسی شدید جدوجہد کی کہ بہت سے ممالک کو بھی ان تین سلطنتوں برطانیہ، روس اور امریکہ کے اپنی سرزمین پر وجود سے پاک کر دیا۔

افغان مجاہد عوام نے اس ساری جدوجہد کے دوران وسائل پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی واحد ذات پر کیا، چاہے دنیا نے افغانوں کو پاگل کہا لیکن غیرت مند رب نے اپنے ساجدین بندوں کو تنہا نہیں چھوڑا، اپنی نصرت کا وعدہ سچ کر دکھایا اور مومن افغانوں کو قبضے اور فساد سے نجات کے تمام راستے دکھا دیے۔

افغانوں کو اپنی کالونی بنانے کی آخری کوشش امریکہ اور نیٹو نے کی، پتہ نہیں انہوں نے افغان قوم کے بارے میں مطالعہ کیا تھا یا نہیں، یا انہیں اپنی ٹیکنالوجی اپنے اہداف کو حاصل کرنے کا اطمینان بخش وسیلہ نظر آئی، لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہاں سب کچھ ان کی مرضی کے خلاف ہی ہوا۔ افغان عوام نے اپنے روحانی پیشوا امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں احزابِ وقت کے خلاف ایسی تاریخ ساز جدوجہد کی کہ امریکہ کے عسکری تعلیم میں ڈاکٹریٹ حاصل کرنے والے کمانڈر بھی ان پر تسلط حاصل کرنے میں ناکام ہو گئے۔ اگرچہ ا ن کے پاس وہ ٹینکالوجی تھی کہ جس کے حوالے سے ان کا دعویٰ تھا کہ یہ زمین میں چھپی اشیاء تک ڈھونڈ نکالتی ہے، نظریاتی جنگ کے شعبے میں ان کے پاس قوی پراپیگنڈہ ٹولز موجود تھے، لیکن یہ افغان مجاہد عوام کی جہادی صف کو متزلزل اور اپنے برحق مشن سے منحرف نہ کر سکے۔ وہ طاقت جو کبھی افغانستان کو دنیا کے نقشے سے مٹا دینے کے خواب دیکھتی تھی، وہ وقت بھی آیا کہ جب اپنی شکست کو چھپانے کی خاطر افغانوں کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ گئی، سب شرائط تسلیم کر لیں اور معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گئی۔

دوحہ معاہدہ ایک تاریخ ساز معاہدہ تھا جس میں کفر نے اسلامی صف کی طاقت، حکمت، سیاسی بصیرت اور ایمانی قوت کو تسلیم کر لیا۔ بالآخر ملازم انتظامیہ اور ملیشیا کے حوصلے بھی پست ہو گئے، شمال سے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور دس دنوں کے اندر افغان مجاہد لشکر نے ۲۴ اسد بمطابق ۱۵ اگست کو کابل پر سفید جھنڈا لہرا دیا۔ اسی شاندار فتح کی تیسری برسی اس بار آنے والے بدھ ۲۴ اسد بمطابق ۱۴ اگست منائی جائے گی۔ ان شاء اللہ

ای سرفروش قوم! تمہارے عزم کو سلام۔ آنے والا آزادی کا دن تمہاری محنتوں، رت جگوں، بیٹوں، پوتوں، بھائیوں، بہنوں، اور ثابت قدم خاندانوں کی قربانیوں کا ثمر ہے۔ بہت سے ممالک جدید آلات اور دستیاب افواج کے باوجود غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں، لیکن تمہارے پاس آزادی کی نعمت ہے۔ یہ سب سے پہلے اللہ پر بھروسے اور پھر تمام تکالیف برداشت کرنے کا مثبت انجام ہے۔

آئیں! اس دن کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے کامل جذبوں اور ولولے کے ساتھ منائیں، تاکہ دنیا کو دکھا دیں کہ ہم نے اس آزادی کے حصول کے لیے جتنی قربانیاں دیں، اس کی حفاظت کے لیے بھی وہی جذبہ رکھتے ہیں ، شہیدوں سے اپنی وفا کا ثبوت دیں اور یتیموں، بیواؤں، ماؤں اور بہنوں کو دکھا دیں کہ آپ کے شوہر، والد، بچوں اور بھائیوں کا خون رائیگاں نہیں گیا، ان کی بدولت ہمیں مکمل آزادی حاصل ہوئی اور وہ اپنے رب سے ملاقات کے لیے چلے گئے، ہمیں دنیا و آخرت کا فائدہ حاصل ہوا، دنیا میں آزادی اور اسلامی نظام ہمارے نصیب میں آیا اور آخرت میں تمام تکالیف کا احسن بدلہ رب تعالیٰ عطا فرمائے گا، شہید ہماری شفاعت کریں گے۔ ان شاء اللہ

تو اے انسانی خداؤں سے باغی افغان قوم! یہ آزادی تمہیں مبارک ہو۔

افغان ملت، تمہاری قربانیاں اور عزم ہمیشہ تاریخ کے صفحات پر روشن رہیں گے۔ تم نے اپنی سرزمین کی آزادی اور عزت کی حفاظت کے لیے جتنا خون دیا ہے، وہ نہ صرف تمہاری تاریخ بلکہ پورے مسلم اُمہ کے لیے ایک عظیم درس ہے۔

آج تمہیں آزادی کا حق ملا ہے، جو تمہارے جرات مندانہ سفر کا نتیجہ ہے۔ تمہاری قربانیاں اور استقامت کا یہ شاندار لمحہ تمام مسلمانانِ دنیا کے لیے خوشی کا پیغام ہے۔ اللہ تمہاری جدوجہد میں برکت دے اور تمہیں مزید کامیابیاں عطا کرے۔

سائبر جنگ اور اس کے نتائج

تحریر: ابو ھاجر الکردی

چند دن قبل لبنان میں ایک ہی وقت میں متعدد شہروں میں مواصلاتی اور پیغام رسانی کے آلے (پیجر) کے پھٹنے سے 2,700 سے زیادہ افراد زخمی ہوئے۔ اس سے اگلے دن بھی یہ حملے جاری رہے اور وائر لیس مواصلاتی آلات اور دیگر طرح طرح کی الیکٹرانک ڈیوائسز کے پھٹنے کے واقعات رونما ہوئے۔ ادھر بعض اسرائیلی حکام کے مطابق یہ واقعہ حزب اللہ کے خلاف اسرائیل کی سائبر جنگ ہے۔

لیکن سائبر جنگ ہے کیا؟

اس طرح کے حملوں میں اہم اداروں کے خلاف حملے، آن لائن سروسز میں خلل، انٹیلی جنس سسٹم میں دراندازی اور انٹرنیٹ چینلز تک رسائی شامل ہیں۔

سائبر جنگیں ۱۹۹۰ء اور ۲۰۰۰ء کی دہائی کے اوائل میں شروع ہوئیں، جب انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل ڈیوائسز میں اضافہ ہوا تو سائبر خطرات میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا۔

یہ جنگ بین الاقوامی سطح پر تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور اس کی مختلف شکلیں ہیں:

تاریخ اور پس منظر:

۱۹۹۰ء کی دہائی: انٹرنیٹ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ، سائبر حملے ایک نئے خطرے کے طور پر ابھرے۔ اس وقت، ہیکرز اور آزاد گروپوں نے پہلے حملے شروع کیے جیسے وائرس والے (نقصان دہ) پروگرام شروع کیے۔

۲۰۰۰ء کی دہائی: اس دہائی میں سائبر حملے مزید پیچیدہ ہوگئے اور اس سے حفاظت کے لیے مخلتف ممالک نے مخصوص شعبے قائم کیے، اس دوران سب سے اہم حملہ ۲۰۱۰ء میں سٹکسنٹ حملہ ہے جس میں ایران کے ایٹمی پروگرام کو نشانہ بنایا گیا۔

سائبر حملوں کی قسمیں:

DDoS حملے (Distributed Denail of Service): اس قسم کے حملوں میں بہت زیادہ ڈیٹا (ٹریفک) بھیج کر کمپیوٹر کے سرورز کو مفلوج کر دیا جاتا ہے۔

نیٹ ورک تک رسائی (Network Infiltration): اس میں مختلف ذرائع سے سرکاری یا ادارہ جاتی معلومات اورنظام تک غیر قانونی رسائی شامل ہے۔

وائرس اورنقصان دہ سافٹ وئیر (Malwares): کمپیوٹر سسٹمز کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائے گئے نقصان دہ پروگرام۔

مقاصد اور نتائج:

مقاصد: اس حملے کا مقاصد میں اہم بنیادی سسٹم میں خلل ڈالنا، بنیادی معلومات چوری کرنا، عوامی عدم اعتماد پیدا کرنا، اور حکومتوں یا اداروں کو نقصان پہنچانا شامل ہو سکتے ہیں۔

نتائج: معاشی نقصانات، اعتماد میں کمی، عوامی خدمات میں خلل اور خاص حالات میں سیاسی اور فوجی کشیدگی میں اضافہ۔

اس سے حفاظت اور روک تھام:

سائبر سیکیورٹی پالیسیاں بنانا اور ان پر عمل درآمد: اس کے لیے ممالک اور ادارے اپنی معلومات اور سسٹمز کی حفاظت کے لیے سائبر سیکیورٹی پالیسیاں اور معیارات تشکیل دے رہے ہیں۔

آگاہی اور تربیت: ملازمین اور صارفین کو سائبر خطرات اور روک تھام کے طریقوں کے بارے میں آگاہی دینا۔

سائبر جنگ اور بین الاقوامی سیاست:

تنازعات میں سائبر ٹولز کا استعمال: مختلف ممالک سائبر حملوں کو بین الاقوامی تنازعات اور جنگوں کے دوران اسٹریٹجک ٹول کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

بین الاقوامی تعاون: بین الاقوامی سائبر خطرات کو روکنے کے لیے، بین الاقوامی تنظیموں کے درمیان تعاون اور معلومات کے تبادلے میں اضافہ ہوا ہے۔

سائبر وارفیئرڈیجیٹل دور میں ایک اہم اور پیچیدہ معاملہ بن چکا ہے جس پر بین الاقوامی سلامتی کے اداروں سے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

سائبر جنگ میں دشمنانِ اسلام
معلومات کی چوری، پروپیگنڈا اور ڈیجیٹل حملوں کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس کے اثرات نہ صرف ہماری سیکیورٹی بلکہ ہمارے ثقافتی اور ذہنی پہلوؤں پر بھی پڑتے ہیں۔
مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ سائبر سیکیورٹی کو مضبوط کریں، دشمن کی سازشوں کا مقابلہ کریں اور اسلام کی حقیقت کو بے نقاب کریں!

داعشی خوارج کے لیے بیرون ملک ترتیب دیے گئے حملوں میں شہادتیں ہمیں کمزور نہیں کر سکتیں: امارت اسلامیہ مسئولین

تحریر: ادارہ المرصاد

امارتِ اسلامیہ افغانستان کے وزیرِ خارجہ مولوی امیر خان متقی نے شہید خلیل الرحمن حقانی کی نمازِ جنازہ کے موقع پر کہا:

''داعشی خوارج کی جانب سے گذشتہ سات ماہ میں ہونے والے تمام حملوں کی منصوبہ بندی افغانستان سے باہر کی گئی ہے''۔

انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ داعشی خوارج اور دشمن امارت کو شہادتوں سے کمزور نہیں کر سکتے کیونکہ ہر وزیر اور ہر فرد شہادت کو اپنے لیے فخر اور کامیابی سمجھتا ہے۔

مولوي امیر خان متقی نے داعش کے بلاواسطہ اور بالواسطہ حمایت کرنے والے ممالک کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ: وہ ''اپنی سرزمین پر داعش کی موجودگی پر آنکھیں بند نہ کریں''، ان کے مطابق ''یہ فتنہ پرداز جماعت سب کے لیے نقصان دہ ہے، ایسے ظالموں کو پناہ نہ دیں، ایسے ظالموں کو اپنے آغوش میں نہ پالیں''۔

وزیر خارجہ نے مزید کہا:

''خلیل الرحمن حقانی جیسے ایماندار افراد کی شہادت کا یقینی اثر ہوگا اور جو لوگ ایسے افراد کو پناہ دیتے ہیں، ان کے مراکز قائم کرتے ہیں، ان کی حمایت کرتے ہیں، اور ان کا سدباب نہیں کرتے، وہ خود اس آگ میں جلیں گے''۔

اسی طرح وزیر داخلہ خلیفہ سراج الدین حقانی نے اپنے بیان میں کہا کہ وہ شہید خلیل الرحمن حقانی کی شہادت کا انتقام اللہ تعالی کے حوالے کرتے ہیں کیونکہ ان کا جہاد اور جدوجہد صرف اللہ تعالی کی رضا کے لیے تھی اور رہے گی، اس کے علاوہ ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے۔

خلیفہ صاحب نے کہا:

''مجھے صرف اس بات پر افسوس ہے کہ اس مذموم عمل کو جس نے انجام دیا، کاش اس نے یہ سوچا ہوتا کہ حاجی صاحب خلیل تو کافروں کا دشمن تھا، اس پر امریکیوں نے پانچ ملین ڈالر کا انعام مقرر کیا تھا، وہ مسلمانوں کا دشمن تو نہیں تھا؛ آپ نے ایک مخلص مسلمان کو شہید کرکے کون سی بڑی کامیابی حاصل کی ہے کہ اسے اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہو؟''۔

یاد رہے کہ گذشتہ بدھ کے روز امارتِ اسلامی افغانستان کے وزیر برائے مہاجرین خلیل الرحمن حقانی نمازِ ظہر کے بعد ایک داعشی کے حملے میں شہید ہوگئے تھے، شہید کی نمازِجنازہ گذشتہ روز پکتیا کے گردی سیڑھی علاقے میں ان کے آبائی گاؤں میں ادا کی گئی، یہ وہی علاقہ ہے جہاں سے شہید رحمہ اللہ نے دو کفری سلطنتوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیاتھا، وہیں انہیں سپردِ خاک کیا گیا۔

سوغات فکری

فتنۂ تاریک

خوارج مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہیں، حالانکہ وہ کفار کے خلاف کمزور اور خاموش رہتے ہیں۔

دلیل: نبی ﷺ نے فرمایا:

"يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان." (بخاری: 6930، مسلم: 1064)

(وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور مشرکوں کو چھوڑیں گے۔)

آج بھی داعشی خوارج مسلمانوں، مجاہدین، علماء اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں، لیکن کفار کے خلاف ان کا کوئی عملی اقدام نظر نہیں آتا۔

@Almirsad_Urdu https://t.me/almirsadurdu

https://almirsadur.com